کتاب ہذا و دیگر تصانیف حضرات علمائے دیوبند ملنے کے پتے:- انبار مولوی محمد رشید صاحب کتبخانہ رشیدیہ دہلی

قال اللّٰہ تعالیٰ واتبع سبیل من اناب الیّ

چوں شرح تحریر و دال است بر وجوب اتباع غیر معین بعبارۃ النص و بر وجوب مکلفین بہ تابع و متبوع باشارۃ النص و بر عموم سبیل متبوع مر ثابت بالنص و بالقیاس را بالاطلاق و بر انحراف سالک غیر ناشی از انابت بالتقلید لامحالہ مُنتج اعتبار شرع شد مر اجتہاد و تقلید را و اقتصاد را در آں و تسدید او و منع مداہنت و تشدید را بغرض ایضاح جمیع طریق رشاد و سد باب فساد و عناد رسالہ ہذا مسمّے بہ

موسوم

الاقتصاد

فی بحث

التقلید والاجتہاد

کہ بنام از زود خصوص ایں بحث عدیم النظیر و بعید است و فاقد المثیل است معاندان را باعتدال می آرد و حامدان را از عجز باز می دارد بالجملہ ہادی طریق انصاف است و مانع تعصب و اعتساف است از تصنیفات واقف رموز شریعت ماہر اسرار طریقت جامع علوم نقلی و عقلی حضرت سید نا و مولانا حاجی قاری شاہ محمد اشرف علی صاحب دام فیوضہم تھانوی

در مطبع احمدی پریس دہلی مطبوع گردید

مولوی نصیر الدین صاحب ناظم کتبخانہ اختری سہارنپور

مولوی محمد شفیع صاحب تاجر کتب در مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

محمد عرفان تاجر کتب مالک کتبخانہ ... دہلی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ الذی شرع لنا اتباع الکتاب و السنۃ دینا و سبیلا و وضع لشرحہما تفقہ العلماء و اجماع الامۃ معینا و دلیلا ۔ و الصلوۃ و السلام علی رسولہ النبی الامی الذی جعل السوال شفاء لمن کان بداء العی علیلا ۔ و انذر من کتم علما سئل عنہ اخذا و بیلا ۔ اللہم صل و سلم علیہ و علی جمیع اخوانہ من الانبیاء و علی الہ و صحبہ الاصفیاء و ورثتہ من العلماء و الاولیاء صلوۃ و سلاما امدا طویلا **اما بعد** اس زمانہ کے فتن عظیمہ میں سے ایک فتنہ اختلاف مسئلہ تقلید و اجتہاد کا ہے جس میں حد سے زیادہ مختلفین افراط و تفریط کر رہے ہیں ۔ ایک اجتہاد و قیاس کو مجتہدین کیلئے اور تقلید کو مقلدین کیلئے حرام بلکہ کفر و شرک بتلا رہا ہے دوسرا تقلید کو حرام کہہ کر اجتہاد کو سب کیلئے جائز بتا رہا ہے تیسرا قیاس کے جواز کو اہل کے ساتھ خاص مانکر اور عوام کیلئے تقلید کی اجازت دیکر تقلید شخصی سے بالخصوص امام ابوحنیفہؒ کی تقلید سے انکو مخالف حدیث سمجھ کر نفرت دلا رہا ہے ۔ چوتھا تقلید شخصی کے وجوب میں رنگ لا رہا ہے ۔ پانچواں قیاس مجتہد کے مقابلہ میں غایت جمود و تعصب سے آیات و حدیث کیساتھ رد و گستاخی سے پیش آ رہا ہے غرض جسکو دیکھو ایک نیا افسانہ سنا رہا ہے اور اس غلو کے سبب باہم بغض و عداوت سے کام لیا جاتا ہے اور شتم و غیبت کو طاعت و عبادت اعتقاد کیا جاتا ہے علمائے اہل حق ہمیشہ اس فتنہ کی تسکین کے لئے تقریریں اور تحریریں شائع فرماتے رہے اور لوگوں کو صراط مستقیم بین الافراط و التفریط پر لاتے رہے اور اسوجہ سے اس باب میں کسی تالیف جدید کی حاجت نہ تھی لیکن عادت مستمرہ مسلمہ ہے کہ ہر زمان اور مکان میں طبائع کا ایک خاص مذاق اور مقتضا ہوتا ہے اور اسی طرز کے مناسب تعلیم زیادہ نافع ہوتی ہے چونکہ طبائع موجودہ کے اعتبار سے اس مسئلہ کی تحقیق نقلی طور پر آثار و سنن سے کرنے میں نفع زیادہ متوقع پایا اسلئے چند اوراق لکھنے کو جی چاہا ۔ کیا عجب ہے کہ کوئی طالب انصاف اپنے اعتساف کو چھوڑ کر طریق وسط پر آ جاوے اور کاتب اس خیر پر دلالت کرنیکے سبب ورنہ کم از کم اظہار حق کی برکت سے بخشا جاوے باقی بحث و مباحثہ اپنا مسلک نہیں ۔ قل کل یعمل علی شاکلتہ فربکم اعلم بمن ہو اہدی سبیلا اور رسالہ ہذا مسمی بہ **اقتصاد فی التقلید و الاجتہاد** مشتمل ہے ایک مقدمہ اور سات مقصد اور ایک خاتمہ پر

سبب تالیف رسالہ

مقدمہ

اور اس میں چند امور پر تنبیہ ہے

نمبر ۱ مقصود اس رسالہ سے نہ بحث و مباحثہ ہے نہ کسیکا رد و ابطال کیونکہ سوال و جواب کا کہیں تنہا نہیں اور

اسکات محض کسی کا ممکن نہیں صرف مقصود یہ ہی کہ جو لوگ اس باب میں تردد کیحالت میں ہیں اور کسی جانب کی ترجیح سے خالی الذہن ہیں اُنکو اطمینان و شفا ہو جاوے اور جو علمائے ربانی پر یا اُنکے پیروؤں پر زبان درازی کرتے ہیں وہ اُنکے حق پر ہونیکے احتمال سے اپنی زبان کو روک لیں +

نمبر ۲۔ اِسی لئے اسکی عبارت وطرز بیان کو اپنی حد امکان تک بہت سلیس اور سہل کیا گیا ہے کہ عوام اور کم علم جو تردد میں زیادہ و مبتلا ہیں وہ مستفید ہو سکیں لیکن اگر کوئی مضمون ہی دقیق ہوا یا کسی اصطلاحی لفظ کا مختصر اور سہل ترجمہ نہیں ممکن ہوا تو معذوری ہے ایسے مقام کو کسی طالب علم سے سمجھ لیا جاوے +

نمبر ۳۔ اس میں ہر دعوی کو حدیث سے ثابت کیا گیا ہی اور ساتھ ہی کتاب و صفحہ کا حوالہ دیا گیا ہے اور ہر حدیث کا اردو ترجمہ بھی لکھدیا گیا ہے البتہ کسی حدیث کی توضیح و تائید میں یا کہیں دوسری جانب کسی عالم کے قول سے سند لیگئی تھی تو اُس قول کے جواب میں علماء معتبرین محققین کے اقوال بھی کہیں کہیں آگئے ہیں +

نمبر ۴۔ اگر اثنائے مطالعہ رسالہ میں کوئی شبہ واقع ہو تو اس کو خواہ یاد سے یا لکھکر محفوظ کر رکھا جاوے اول تو امید ہے کہ کہیں نہ کہیں رسالہ ہی میں اسکا جواب ہوگا ورنہ دریافت کر کے اطمینان کر لیا جائے۔

نمبر ۵۔ چونکہ مقصود تحریر رسالہ کا اوپر معروض ہو چکا لہذا اگر اسپر کوئی سوال وارد کیا جاویگا اگر طرز سوال سے مظنون ہوا کہ رفع تردد مقصود ہے انشاء اللہ جواب دیا جاویگا ورنہ سکوت اختیار کیا جاویگا۔

مقصد اول۔ حکم غیر منصوص یا منصوص محتمل وجوہ مختلفہ میں مجتہد کے لئے اجتہاد اور غیر مجتہد کیلئے تقلید جائز ہی اور تقلید کے معنی۔

مقصد دوم۔ اجتہاد سے جسطرح حکم کا استنباط جائز ہے اسیطرح اجتہاد سے حدیث کو معلل سمجھ کر مقتضائے علت پر عمل کرنا یا احد الوجوہ پر محمول کرنا یا مطلق کو مقید کر لینا اور ظاہر الفاظ پر عمل نہ کرنا حدیث کی مخالفت یا ترک نہیں اس لئے ایسا اجتہاد بھی جائز اور ایسے اجتہاد کی تقلید بھی جائز ہے +

مقصد سوم۔ جس شخص کو قوت اجتہادیہ حاصل نہ ہو گو وہ حافظ حدیث ہو اسکو اجتہاد کرنیکی اجازت نہیں پس صرف جمع احادیث سے قابل تقلید ہونا ضرور نہیں اور قوت اجتہاد کے معنی +

مقصد چہارم۔ تقلید شخصی ثابت ہے اور تقلید شخصی کے معنی +

مقصد پنجم۔ اس زمانہ میں تقلید شخصی ضروری ہے اور اُسکے ضروری ہونیکے معنی +

مقصد ششم۔ بعض شبہات کثیرۃ الحروض کا جواب +

مقصد ہفتم - جس طرح تقلید کا انکار قابل ملامت ہے اسیطرح اسمیں غلو و جمود بھی موجب مذمت ہے اور تعیین طریق حق کی

خاتمہ - بعض مسائل فرعیہ حنفیہ کے دلائل میں ⁂

مقصد اول - حکم غیر منصوص یا منصوص محتمل وجوہ مختلفہ میں مجتہد کے لئے اجتہاد اور غیر مجتہد کیلئے تقلید جائز ہے اور تقلید کے معنی **حدیث اول** - عن طارق ان رجلا اجنب فلم یصل فاتی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فذکر ذلک فقال اصبت فاجنب آخر فتیمم وصلی فاتاہ فقال نحوما قال للآخر یعنی اصبت اخرجہ النسائی - تیسیر کلکتہ صفحہ نمبر ۲۹۳ کتاب الطہارۃ باب سابع ترجمہ طارق سے روایت ہے کہ ایک شخص کو نہانیکی حاجت ہوگئی اُسنے نماز نہیں پڑھی پھر وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں حاضر ہوا اور اُس قصہ کا ذکر کیا آپنے ارشاد فرمایا تونے ٹھیک کیا پھر ایک دوسرے شخص کو اسیطرح نہانیکی حاجت ہوگئی اس نے تیمم کرکے نماز پڑھلی پھر وہ آپکے حضور میں حاضر ہوا تو آپنے اسکو بھی ویسی ہی بات فرمائی جو ایک شخص سے فرماچکے تھے یعنی تونے ٹھیک کیا روایت کیا اسکو نسائی نے **ف** اس حدیث سے اجتہاد و قیاس کا جواز صاف ظاہر ہے کیونکہ اُن کو اگر نص کی اطلاع ہوتی تو پھر بعد عمل کے سوال کرنیکی ضرورت نہ تھی اس سے معلوم ہوا کہ دونوں نے اپنے اجتہاد و قیاس پر عمل کرکے اطلاع دی اور آپنے دونوں کی تحسین و تصویب فرمائی اور مسلم ہے کہ حضرت شارع علیہ السلام کی تقریر یعنی کسی امر کو سنکر رد و انکار نہ فرمانا بالخصوص تصریحاً اُس کی مشروعیت کا اثبات فرمانا دلیل شرعی ہے اس امر کی صحت پر پس ثابت ہوگیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیوقت میں صحابہ نے قیاس کیا اور آپنے اسکو جائز رکھا پس جواز قیاس میں کچھہ شبہہ نہ رہا **تنبیہ** دونوں کو یہ فرمانا کہ ٹھیک کیا اسکا مطلب یہ ہے کہ دونوں کو ثواب ملا اور یہ مطلب نہیں کہ اب بعد ظاہر ہو جانے حکم کے بھی ہر ایک کو اختیار ہے چاہے تیمم کرے اور چاہے نہ کرے اور خواہ نماز پڑھے خواہ نہ پڑھے ⁂ **حدیث دوم** - عن عمرو بن العاص قال احتلمت فی لیلۃ باردۃ فی غزوۃ ذات السلاسل فاشفقت ان اغتسلت ان اہلک فتیممت ثم صلیت باصحابی الصبح فذکروا ذلک للنبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال یا عمرو صلیت باصحابک وانت جنب فاخبرتہ بالذی منعنی من الاغتسال وقلت انی سمعت اللہ عزوجل یقول ولا تقتلوا انفسکم ان اللہ کان بکم رحیما فضحک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ولم یقل شیئا اخرجہ ابوداؤد تیسیر کلکتہ صفحہ ۲۹۳ کتاب الطہارت باب سابع ترجمہ حضرت عمرو بن العاص سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ مجھکو غزوۂ ذات السلاسل کے سفر میں ایک سردی کی رات میں احتلام ہوگیا اور مجھکو اندیشہ ہوا کہ اگر غسل کرونگا تو شاید ہلاک ہو جاؤنگا میں نے تیمم کرکے اپنے ہمراہیوں کو صبح کی نماز پڑھادی ان لوگوں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں اس قصہ کو ذکر کیا آپنے فرمایا اے عمرو تمنے جنابت

مقصد اول در جواز اجتہاد و تقلید و تحقیق معنی آن -

کیحالت میں رگوںکو نماز پڑھادی۔ مینے جو امر کہ مانع نہیں تہا اسکی اطلاع دی اور عرض کیا کہ میں نے حق تعالی کو یہ فرماتے سنا کہ اپنی جانوں کو قتل مت کرو بیشک حق تعالی تمپر مہربان ہے۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہنس پڑے اور کچھ نہیں فرمایا روایت کیا اسکو ابوداؤد نے **ف** یہ حدیث بھی صراحۃً جواز اجتہاد و قیاس پر دلالت کرتی ہے چنانچہ حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم کے دریافت فرمانے پر حضرت عمرو بن العاص رضؓ نے اپنی وجہ استدلال کی تقریر بھی کر دی اور آپنے اس کو جائز رکھا۔

حدیث سوم عن ابی سعید ان رجلین تیمما وصلیا ثم وجدا ماءً فی الوقت فتوضأ احدہما وعاد لصلوتہ ما کان فی الوقت ولم یعد الآخر فسألا النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال للذی لم یعد اصبت السنۃ واجزأتک قال للآخر انت فلک مثل سہم جمع نسائی مجتبائی ص۴۵ **ترجمہ** حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ دو شخصوں نے تیمم کرکے نماز پڑہی پھر وقت کے رہتے رہتے پانی مل گیا سو ایک نے تو وضو کرکے نماز لوٹالی اور دوسرے نے نماز نہیں لوٹائی پھر دونوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا جس شخص نے نماز کا اعادہ نہیں کیا تہا اُس سے آپنے ارشاد فرمایا کہ تونے طریق سنت کے موافق کیا اور وہ پہلی نماز تجکو کافی ہوگئی اور دوسرے شخص سے فرمایا کہ تجکو پورا حصہ ثواب کا ملا یعنی دونوں نمازوں کا ثواب ملا روایت کیا اسکو نسائی نے **ف** ظاہر ہے کہ ان دونوں صحابیوں نے اس واقعہ میں قیاس پر عمل کیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی پر ملامت نہیں فرمائی البتہ ایک کا قیاس سنت کے موافق صحیح نکلا اور دوسرے کا غیر صحیح سو عین مذہب محققین کا ہے کہ المجتہد یخطی ویصیب یعنی مجتہد کبھی صحیح سمجھتا ہے کبھی خطا کرتا ہے آپنے کسی سے یہ نہیں فرمایا کہ تونے قیاس پر عمل کیوں کیا پس جواز قیاس کا واضح ہوگیا۔ یہ سب احادیث بالاشتراک جواز قیاس پر دلالت کرتی ہیں اور سب سے معلوم ہوتا ہے کہ نص صریح نہ ملنے کیوقت صحابہ باذن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اجتہاد کرتے تھے۔ **حدیث چہارم** عن الاسود بن یزید قال اتانا معاذ بالیمن معلما و امیرا فسألناہ عن رجل توفی وترک ابنۃ واختا فقضی للابنۃ بالنصف وللاخت النصف ورسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حی اخرجہ البخاری وہذا لفظہ وابوداؤد تیسیر کلکتہ ص۳۷۹ کتاب الفرائض فصل ثانی **ترجمہ** اسود بن یزید سے روایت ہے انہوں نے بیان کیا کہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ ہمارے یہاں تعلیم کنندہ احکام دین اور حاکم بنکر آئے ہمنے انسے یہ مسئلہ پوچھا کہ ایک شخص مرگیا اور اسنے ایک بیٹی اور ایک بہن وارث چھوڑی حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے نصف کا بیٹی کے لئے نصف کا بہن کیلئے حکم فرمایا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اُسوقت زندہ تھے روایت کیا اسکو بخاری اور ابوداؤد نے اور یہ الفاظ بخاری کے ہیں **ف** اس حدیث سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مبارک میں تقلید شخصی تھی کیونکہ تقلید کہتے ہیں کسی کا قول محض اس حسن ظن پر مان لینا کہ یہ دلیل کے موافق بتلاویگا اور اُس سے دلیل

کی تحقیق نہ کرنا سو قصۂ مذکورہ میں گو یہ جواب قیاسی نہیں اور اسوجہ سے ہمنے اس سے جواز قیاس پر استدلال نہیں کیا
لیکن سائل نے تو دلیل نہیں دریافت کی اور محض ان کے تدین کے اعتماد پر قبول کرلیا اور یہی تقلید ہے اور یہ حضرت
خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بھیجے ہوئے ہیں پھر اس جواب کے اتباع پر جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات میں
تھا نہ حضور سے انکار ثابت نہ کسی سے اختلاف اور نہ منقول پس اس سے جواز تقلید کا اور حضور کی حیات میں اسکا بلا نکیر
شائع ہونا ثابت ہوگیا **حدیث پنجم** عن ابی ہریرۃؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من افتی بغیر علم کان اثمہ علی من افتاہ
الحدیث رواہ ابوداؤد مشکوۃ انصاری ص ۳۵ **ترجمہ** حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے جس شخص کو بے تحقیق کوئی فتوی دیدے تو اسکا گناہ اس فتوی دینے والے کو ہوگا روایت کیا اسکو ابوداؤد نے **ف**
دیکھئے اگر تقلید جائز نہ ہوتی اور کسی کے فتوے پر بدوں معرفت دلیل کے عمل جائز نہ ہوتا جو حاصل ہے تقلید کا تو گنہگار
مفتی کی کیا تخصیص تھی جیسا سیاق کلام سے مفہوم ہوتا ہے بلکہ جس طرح مفتی کو غلط فتوی بتلانے کا گناہ ہوتا ایسے ہی
سائل کو دلیل تحقیق نکرنے کا گناہ ہوتا پس جب شارع علیہ السلام نے سائل کو باوجود تحقیق دلیل نہ کرنے کے عاصی نہیں
ٹھیرایا تو جواز تقلید یقیناً ثابت ہوگیا آگے صحابہ کا تعامل دیکھئے **حدیث ششم** عن سالم قال سئل ابن عمر عن رجل
یکون لہ الدین علی رجل الی اجل فیضع عنہ صاحب الحق لیعجل الدین فکرہ ذلک ونہی عنہ اخرجہ مالک تیسیر کلکتہ ص
کتاب البیع باب رابع فروع فی الحیوان **ترجمہ** حضرت سالم سے روایت ہے کہ حضرت ابن عمرؓ سے یہ مسئلہ پوچھا گیا کہ کسی
شخص کا دوسرے شخص پر کچھ دین میعادی واجب ہے اور صاحب حق اسمیں سے کسیقدر اس شرط سے معاف کرتا ہے کہ وقت
از میعاد اسکا دین دیدے آپنے اسکو ناپسند کیا اور منع فرمایا روایت کیا اسکو مالک نے - **ف** چونکہ اس مسئلہ جزئیہ میں کوئی
حدیث مرفوع صحیح منقول نہیں اسلئے یہ ابن عمر کا قیاس ہے اور چونکہ سائل نے دلیل نہیں پوچھی اسلئے اسکا قبول کرنا تقلید ہے
اور حضرت ابن عمرؓ کا دلیل بیان نہ کرنا خود تقلید کو جائز رکھنا ہے - پس ابن عمرؓ کے فعل سے قیاس و تقلید دونوں کا جواز
ثابت ہوگیا جیسا کہ ظاہر ہے - **حدیث ہفتم** عن مالکؒ انہ بلغہ ان عمر رضی اللہ عنہ سئل فی رجل اسلف طعاما علی ان
یعطیہ ایاہ فی بلد آخر فکرہ ذلک عمر وقال فاین کراء الحمل تیسیر کلکتہ ص ۳۳ کتاب البیع باب سابع **ترجمہ** امام مالکؒ سے مروی ہے
ان کو یہ خبر پہنچی کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ایک شخص کے مقدمہ میں دریافت کیا گیا کہ اسنے کچھ غلہ اس شرط پر کسیکو قرض
کہ وہ شخص اسکو دوسرے شہر میں ادا کرے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسکو ناپسند کیا اور یہ فرمایا کہ کرایہ باربرداری کہاں
ف چونکہ اس مسئلہ جزئیہ میں بھی کوئی حدیث مرفوع صحیح مروی نہیں لہذا یہ جواب قیاس سے تھا اور چونکہ جواب کا
نہ آپنے بیان فرمایا نہ سائل نے پوچھا بدوں دریافت دلیل کے قبول کرلیا یہ تقلید ہے جیسا کہ اس سے اوپر کی حدیث کے ذیل

بیان کیا گیا پس دونوں کا جواز حضرت عمرؓ کے فعل سے بھی ثابت ہوگیا **حدیث ہشتم** عن سلیمان بن یسار ان ابا ایوب
الانصاریؓ خرج حاجاً حتی اذا کان بالبادیۃ من طریق مکۃ اضل رواحلہ وانہ قدم علی عمر بن الخطاب یوم النحر فذکر ذلک لہ
فقال اصنع ما یصنع المعتمر ثم قد حللت فاذا ادرکک الحج قابلاً فاحجج واہد ما استیسر من الہدی اخرجہ مالک تیسیر کلکتہ صـ ۱۳۱
کتاب الحج باب حادی عشر فصل ثالث ترجمہ سلیمان بن یسار سے روایت ہے کہ حضرت ابو ایوب انصاریؓ حج کیلئے نکلے۔
جسوقت مکہ کی راہ میں جنگل میں پہنچے تو اونٹنیاں کھو بیٹھے اور یوم النحر میں (جبکہ حج ہو چکا تھا) حضرت عمرؓ کے پاس آئے
اور یہ سارا قصہ بیان کیا آپنے فرمایا جو عمرہ والا کیا کرتا ہے اب تم بھی وہی کرو پھر تمہارا احرام کھلجاویگا پھر جب سال آئندہ
حج کا زمانہ آوے تو حج کرو اور جو کچھ میسر ہو قربانی ذبح کرو روایت کیا اسکو مالک نے۔ **ف** اس حدیث سے معلوم
ہوا کہ جو صحابہ اجتہاد نہ کرسکتے تھے وہ مجتہدین صحابہ کی تقلید کرتے تھے کیونکہ حضرت ابو ایوب انصاری بھی صحابی ہیں
اور انہوں نے حضرت عمرؓ سے دلیل فتوے کی نہیں پوچھی اب تابعین کی روایت تقلید سنئے **حدیث نہم** عن جابر بن زید
وعکرمۃ انہما کانا یکرہان البسر وحدہ ویاخذان ذلک عن ابن عباس اخرجہ ابوداؤد تیسیر کلکتہ صـ ۲۰۰ کتاب الشراب
باب ثانی فصل رابع ترجمہ جابر بن زید اور عکرمہ سے روایت ہے کہ دونوں صاحب (شیاندہ کیلئے) خرمائے نیم پختہ
کو ناپسند کرتے تھے اور اس فتوے کو حضرت ابن عباسؓ سے اخذ کرتے تھے **ف** صرف ابن عباسؓ کے قول سے
احتجاج کرنا تقلید ہے **حدیث دہم** عن عبید بن ابی صالح قال بعت بزاً من اہل دار نخلۃ الی اجل فاردت الخروج
الی الکوفۃ فعرضوا علی ان اضع لہم وینقدونی فسألت زید بن ثابت فقال لا آمرک ان تفعلہ ولا ان تاکل ہذا او توکلہ
اخرجہ مالک تیسیر کلکتہ صـ ۳۳ کتاب البیع باب رابع فروع فی الحیوان ترجمہ عبید بن ابو صالح سے روایت ہے وہ کہتے ہیں
کہ میں نے دار نخلہ والوں کے ہاتھ کچھ گیہوں فروخت کئے اور روانوں کیلئے ایک میعاد دیدی پھر میں نے کوفہ جانا چاہا
توان لوگوں نے مجھ سے اس بات کی درخواست کی کہ میں ان کو کچھ دام چھوڑ دوں اور وہ لوگ مجھ کو نقد گن دیں میں نے
حضرت زید بن ثابتؓ سے سوال کیا انہوں نے فرمایا کہ نہ میں اس فعل کی تمکو اجازت دیتا ہوں اور نہ اسکے کھانیکی اور نہ اس کے
کھلانیکی روایت کیا اسکو مالک نے **ف** اس واقعہ میں بھی حضرت عبید بن ابی صالح نے حضرت زید بن ثابتؓ سے مسئلہ کی دلیل نہیں
پوچھی یہی تقلید ہے اور صحابہ اور تابعین سے اس قسم کے آثار اسی طرح خود جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں
روایات استفتاء و افتاء بلا نقل دلیل کے باہم صحابہ میں یا تابعین و صحابہ میں اس کثرت سے منقول ہیں کہ حصر انکا دشوار ہے اور
کتب حدیث دیکھنے والوں پر مخفی نہیں۔

مقصد دوم۔ اجتہاد سے جسطرح حکم کا استنباط جائز ہے اسیطرح اجتہاد سے حدیث کو معلل سمجھکر مقتضاء علت

مقصد دوم اجتہاد کی بعض اقسام کے بیان میں

پر عمل کرنا جبکا حاصل احکام وضعیہ کے تعیین ہے مثل احکام تکلیفیہ کے یا احد الوجوہ پر محمول کرنا یا مطلق کو مقید کر لینا اور ظاہر الفاظ پر عمل نکرنا حدیث کی مخالفت یا ترک نہیں اسلئے ایسا اجتہاد بھی جائز اور ایسے اجتہاد کی تقلید بھی جائز ہے

حدیث اول۔ عن ابن عمر قال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم یوم الاحزاب لا یصلین احد العصر الا فی بنی قریظۃ فادرک بعضہم العصر فی الطریق فقال بعضہم لا نصلی حتی ناتیہا وقال بعضہم بل نصلی لم یرد منا ذلک فذکر ذلک للنبی صلی اللہ علیہ وسلم فلم یعنف واحدا منہم۔ بخاری جلد ثانی مصطفائی صفحہ ۵۹۱ **ترجمہ** بخاری میں ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یوم الاحزاب میں صحابہ سے فرمایا کہ عصر کی نماز بنی قریظہ میں پہنچے سے ادھر کوئی نہ پڑھے اور بعض صحابہ کو راہ میں عصر کا وقت آگیا تو باہم رائے مختلف ہوئی بعض نے تو کہا ہم نماز نہ پڑھیں گے جبتک ہم اسجگہ نہ پہنچ جاویں اور بعض نے کہا کہ نہیں ہم تو نماز پڑھیں گے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ مطلب نہیں بلکہ مقصود تاکید ہے جلدی پہنچنے کی کہ ایسی کوشش کرو کہ عصر سے قبل وہاں پہنچ جاؤ پھر یہ قصہ آپ کے حضور میں ذکر کیا گیا آپنے کسیپر بھی ملامت و سرزنش نہیں فرمائی **ف** اس واقعہ میں بعض نے قوت اجتہادیہ سے اصلی غرض سمجھ کر جو کہ احد الوجہین المحتملین ہے نماز پڑھ لی مگر آپنے ان پر یہ ملامت نہیں فرمائی کہ تم نے ظاہر لفظوں کے خلاف کیوں عمل کیا اور ان کو بھی عمل بالحدیث کا تارک نہیں قرار دیا

حدیث دوم عن انس ان رجلا کان یتہم بام ولد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال لعلی اذہب فاضرب عنقہ فاتاہ فاذا ہو فی رکی یتبرد فقال اخرج فناولہ یدہ فاخرجہ فاذا ہو مجبوب لیس لہ ذکر فکف عنہ واخبرہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم بفعلہ زاد فی روایۃ وقال الشاہد یری ما لا یری الغائب اخرجہ مسلم تیسیر کلکتہ صفحہ ۱۳۶ کتاب الحدود باب ثانی۔ **ترجمہ** حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص ایک لونڈی ام ولد سے متہم تھا آپنے حضرت علیؓ سے فرمایا کہ جاؤ اسکی گردن مارو حضرت علیؓ اس کے پاس تشریف لائے تو اس کو دیکھا کہ ایک کنوئیں میں اترا ہوا بدن ٹھنڈا کر رہا ہے آپنے فرمایا باہر نکل اس نے اپنا ہاتھ دیدیا آپ نے اس کو نکالا تو وہ مقطوع الذکر نظر پڑا آپ اس کی سزا سے رک گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر دی آپنے انکے فعل کو مستحسن فرمایا اور ایک روایت میں اتنا اور ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا کہ پاس والا ایسی بات دیکھ سکتا ہے جو دور والا نہیں دیکھتا روایت کیا اسکو مسلم نے

ف اس واقعہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خاص و صاف حکم موجود تھا مگر حضرت علیؓ نے اسکو متعلق بعلت سمجھا اور چونکہ اس علت کا وجود نہ پایا اس لئے سزا نہیں دی اور حضور نے اسکو جائز رکھا بلکہ پسند فرمایا حالانکہ یہ عمل ظاہر اطلاق حدیث کے خلاف تھا اس سے معلوم ہوا کہ حدیث کی لم اور علت سمجھ کر اس کے موافق عمل کرنا گو بظاہر الفاظ سے بعید معلوم ہو عمل بالحدیث کے خلاف نہیں **حدیث سوم** عن انس ان النبی صلی اللہ

علیہ وسلم ومعاذ ردیفہ علی الرحل قال یا معاذ قال لبیک یا رسول اللہ وسعدیک وقال فی الثالثۃ ما من احد

یشہد ان لا الہ الا اللہ وان محمدا رسول اللہ صدقا من قلبہ الا حرمہ اللہ علی النار قال یا رسول اللہ افلا اخبر بہ الناس

فیستبشروا قال اذا یتکلوا فاخبر بہا معاذ عند موتہ تاثما متفق علیہ مشکوۃ انصاری باختصار صفحہ ۶ ترجمہ حضرت

انسؓ سے روایت ہے کہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے ایک سواری پر سوار

تھے آپنے تین بار پکارے اور اُن کے ہر بار میں جواب دینے کے بعد یہ فرمایا کہ جو شخص صدق دل سے شہادتین

کا مقر ہوگا اسکو اللہ تعالی دوزخ پر حرام فرماویں گے انہوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ لوگوں سے کہدوں

کہ خوش ہونگے آپنے فرمایا نہیں کیونکہ بھروسہ کر بیٹھیں گے سو حضرت معاذؓ نے انتقال کے وقت خوف گناہ

سے دکہ دین کا چھپانا حرام ہے) خبر دی روایت کیا اسکو بخاری ومسلم نے **ف** دیکھیے یہ حدیث لفظ کے اعتبار

سے نہی عن الاخبار میں صریح اور مطلق ہے مگر حضرت معاذؓ نے قوۃ اجتہادیہ سے اول بامر مشورہ ومقید بنا بر احتمال

اتکال سمجھا اس لئے آخر عمر میں اس حدیث کو ظاہر کر دیا اس سے معلوم ہوا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم نصوص کیساتھ

ایسا معاملہ کرنے کو مذموم نہ جانتے تھے ورنہ ایسے واقعات میں ظاہر یہ تھا کہ ان احکام کو مقصود بالذات سمجھکر

علت وقید سے بحث نہ کرتے اور ان نصوص جزئیہ کی وجہ سے اپنے کو دوسرے دلائل متعارضہ سے مخصوص

سمجھان لیتے۔ حدیث چہارم عن ابی عبد الرحمن السلمی قال خطب علی فقال وفیہ فان امۃ للنبی صلی اللہ علیہ وسلم زنت

فامرنی ان اجلدہا فاتیتہا فاذا ہی حدیثۃ عہد بنفاس فخشیت ان جلدتہا ان اقتلہا فذکرت ذلک للنبی صلی اللہ علیہ و

سلم فقال احسنت اترکہا حتی تماثل اخرجہ مسلم وابوداؤد والترمذی تیسیر کلکتہ صفحہ ۱۳۶ کتاب الحدود باب ثانی۔

ترجمہ عبد الرحمن سلمی سے روایت ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے خطبہ پڑھا اور اس میں یہ بھی ہے کہ آپنے فرمایا

کہ ایک لونڈی نے بدکاری کی تھی مجکو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم فرمایا کہ اسکے دُرّے لگاؤں میں جو

اس کے پاس آیا تو معلوم ہوا کہ قریب ہی بچہ پیدا ہوا ہے مجکو اندیشہ ہوا کہ اس کے دُرّے ماروں گا تو مر جاویگی

پھر میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اس کا ذکر کیا آپنے فرمایا بہت اچھا کیا ابھی اسکو چھوڑ دو

یہاں تک کہ تندرست ہو جاوے۔ روایت کیا اسکو مسلم وابوداؤد وترمذی نے **ف** باوجودیکہ حدیث میں کوئی

قید نہ تھی مگر حضرت علیؓ نے دوسری دلائل کلیہ پر نظر کر کے قوت اجتہادیہ سے اس کو مقید بقید قدرت تحمل سمجھا

اور اسی پر عمل کیا اور حضور نے ان کی تحسین فرمائی۔ اسی کی نظیر ہے تارکین قرأۃ خلف الامام کا مقید سمجھنا حدیث

لا صلوۃ الا بفاتحۃ الکتاب کو حالت انفراد مصلی کے ساتھ بقرینہ دوسری احادیث کے جس کی تصریح سفیان سے

بحوالہ ابوداؤد خاتمہ میں آویگی پس ان لوگوں کو بھی تارک حدیث مذکورہ کا کہنا صحیح نہ ہوگا۔ حدیث پنجم عن سعد بن عبادۃ
انہ قال یا رسول اللہ ارایت رجلا وجد مع امرأتہ رجلا ایقتلہ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا قال سعد بلی والذی اکرمک
بالحق ان کنت لاعاجلہ بالسیف قبل ذلک فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسمعوا الی ما یقول سیدکم رواہ مسلم و
ابوداؤد تیسیر کلکتہ صفحہ ۱۳۵ کتاب الحدود باب ثانی **ترجمہ** حضرت سعد بن عبادہ سے روایت ہے کہ انہوں نے عرض
کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمائیے تو اگر کوئی شخص اپنی بی بی کے ساتھ کسی مرد کو دیکھے کیا وہ اسکو قتل
کرڈالے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں سعدؓ بولے کیوں نہ قتل کرے قسم ہے اُس ذات پاک کی جس
نے آپکو دین حق لانے کے ساتھ مشرف فرمایا ہے میں تو پہلی تلوار سے فوراً اس کا کام تمام کردوں رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے حاضرین سے فرمایا سنو تمہارے سردار کیا کہتے ہیں روایت کیا اس کو مسلم اور ابوداؤد نے **ف**
ظاہر بینوں کو تو بالکل یہ یقین ہوسکتا ہے کہ ان صحابی نے نعوذ باللہ حدیث کو رد کردیا مگر حاشا وکلا ورنہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو زجر فرماتے نہ یہ کہ اور الٹی ان کی تعریف فرمادیں اور تعظیمی لفظ سید سے انکو
مشرف فرمادیں کیونکہ دوسری حدیث میں منافق کو سید کہنے سے ممانعت آئی ہے (مشکوٰۃ انصاری جلد ثانی صفحہ ۱۹۴)
اور دعویٰ اسلام کے ساتھ حدیث کو رد کرنیوالے کے منافق ہونے میں کیا شبہ ہے۔ تو آپ ان کو سید کیوں فرماتے
اس سے معلوم ہوا کہ وہ حضور کے اس ارشاد کا (کہ قتل نہ کرے) یہ مطلب سمجھے کہ اگر قصاص سے بچنا چاہے تو
قتل نہ کرے بلکہ گواہ لاوے نہ یہ کہ قتل جائز نہیں پس ان کی عرض کا مطلب یہ تھا کہ گو میں قصاص میں مارا جاؤں
کیونکہ عند الحاکم میرے دعوی پر کوئی دلیل نہیں ہے لیکن اس کی کچھ پرواہ نہیں میں اس کو ہرگز نہ چھوڑونگا کیونکہ
اس حالت میں قتل تو فی نفسہ جائز ہی ہے۔ پس یہ حدیث کا سعد انکار نہیں ہے اس سے معلوم ہوا کہ مجتہد اگر
اپنی قوت اجتہادیہ سے کسی حدیث کی مدلول ظاہری کے خلاف کوئی معنی دقیق سمجھ جاوے تو اسپر عمل جائز ہے
اور اس کو ترک حدیث نہ کہیں گے **حدیث ششم** ۔ عن ابن عباسؓ انہ قال لیس التحصیب بشیئ انما ہو
منزل نزلہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اخرجہ الشیخان والترمذی تیسیر کلکتہ صفحہ ۱۳۱ کتاب الحج باب ثانی عشر
ترجمہ حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ حاجی کا محصب میں اُترنا کچھ بھی نہیں وہ صرف
ایک منزل تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس میں ٹھیر گئے تھے روایت کیا اسکو بخاری مسلم و ترمذی نے۔
ف ایک فعل جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے صادر ہوا جو ظاہرا دلیل ہے سنت ہونے کی چنانچہ ابن عمر رضی اللہ
عنہ اسی بنا پر اس کو سنت کہتے بھی ہیں۔ اسکی نسبت ایک جلیل القدر صحابی محض اپنی قوت اجتہادیہ سے فرماتے ہیں

کہ یہ فعل سنت نہیں اتفاقاً وہاں ٹھیر گئے تھے اس سے معلوم ہوا کہ ایسے اجتہاد کو صحابہ مقابلہ حدیث کا نہ سمجھتے تھے
اسی کی نظیر ہے حنفیہ کا یہ قول کہ صلوۃ جنازہ میں جو فاتحہ پڑھنا منقول ہے یہ سنت مقصودہ نہیں اتفاقاً بطور
ثنا و دعا کے پڑھ دی تھی یا ان کا یہ قول کہ جنازہ کی وسط کے محاذاۃ میں کھڑا ہونا قصداً نہ تھا بلکہ اتفاقاً درکسی
مصلحت سے تھا تو یہ حضرات بھی قابل ملامت نہیں ہیں۔ حدیث ہفتم عن عبداللہ بن ابی بکر بن عمرو بن حزم
ان اسماء بنت عمیس امراۃ ابی بکر غسلت ابا بکر حین توفی ثم خرجت فسالت من حضرہا من المہاجرین فقالت انی
صائمۃ وان ہذا الیوم شدید البرد فہل علی من غسل فقالوا لا اخرجہ مالک تیسیر کلکتہ صفحہ ۲۹۰ کتاب الطہارۃ باب ثانی من
فصل ثانی ترجمہ عبداللہ سے روایت ہے کہ اسماء بنت عمیس زوجہ ابوبکرؓ نے ابوبکر کو بعد وفات کے
غسل دیا پس باہر آکر اسوقت جو مہاجرین موجود تھے اُن سے پوچھا کہ میرا روزہ ہے اور آج دن بھی بہت سردی
کا ہے کیا میرے ذمہ غسل واجب ہے انھوں نے فرمایا کہ واجب نہیں روایت کیا اس کو مالک نے ف دیکھئے
حدیث میں مردہ کو غسل دیکر غسل کرنے کا حکم بصیغہ فلیغتسل آیا ہے (تیسیر صفحہ ۲۹۰ جز ظاہر آ وجوب کیلئے ہے
مگر مہاجرین صحابہ نے قوۃ اجتہاد سے اس کو استحباب پر محمول فرمایا۔ ورنہ وجوب کی صورت میں معذور ہوتیکے
وقت اس کا بدل یعنی تیمم واجب کیا جاتا حالانکہ اسکا بھی امر نہیں کیا اور اس حمل کو حدیث کی مخالفت نہیں سمجھا
اسی کی نظیر ہے حنفیہ کا یہ قول کہ امر فلیقاتل حدیث مرور بین یدی المصلی میں وجوب کے لئے نہیں بلکہ زجر
وسیاست پر محمول ہے اسیطرح یہ بھی حدیث کی مخالفت نہیں اور اس قسم کی روایات بکثرت کتب حدیث میں
موجود ہیں۔ مقصد سوم۔ جس شخص کو قوت اجتہادیہ حاصل نہ ہو اسکو اجتہاد کرنیکی اجازت نہیں اور
ممکن ہے کہ ایک شخص حافظ حدیث ہو اور مجتہد نہ ہو اس لئے صرف جمع روایات سے قابل تقلید ہونا ضرور نہیں
اور قوۃ اجتہادیہ کے سنی حدیث اول عن ابن عباس قال اصاب رجلا جرح علی عہد رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم ثم احتلم فامر بالاغتسال فاغتسل فمات فبلغ ذلک النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال قتلوہ قتلہم اللہ تعالیٰ
الم یکن شفاء العی السوال انما کان یکفیہ ان یتیمم وان یعصب علی جرحہ خرقۃ ثم یمسح علیہا ویغسل سائر جسدہ ابوداؤد
تیسیر کلکتہ صفحہ ۲۹۳ کتاب الطہارۃ باب سابع ترجمہ حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کے زمانہ مبارک میں ایک شخص کے کہیں زخم لگ گیا پھر اس کو احتلام ہوگیا ساتھیوں نے اسکو غسل
کے لئے حکم کیا اس نے غسل کیا اور مرگیا یہ خبر حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچی آپ نے ارشاد
فرمایا کہ ان لوگوں نے اسکو قتل کیا خدا ان کو قتل کریں کیا نادانی کا علاج یہ نتھا کہ جو کچھ کہتے اسکو تو معلوم

کافی تھا کہ تیمم کرلیتا اور اپنے زخم پر پٹی باندھ لیتا پھر اسپر مسح کرلیتا اور باقی بدن دھولیتا روایت کیا اسکو ابوداؤد

ف ان ہمراہیوں نے اپنی رائے سے آیت قرآنیہ وان کنتم جنبا فاطہروا کو معذور وغیر معذور کے حق میں عام ا

آیت وان کنتم مرضی الخ کو حدیث اصغر کے ساتھ خاص سمجھ کر یہ فتویٰ دیدیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اس

فتوے پر رد وانکار فرمانا اسوجہ سے تو ہو نہیں سکتا کہ اجتہاد وقیاس حجت شرعیہ نہیں اس کا حجت اور معتبر ہونا

اور خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اسکو جائز رکھنا مقصد اول میں ثابت ہوچکا ہے پس معلوم ہوا کہ یہ فتویٰ

دینے والے اجتہاد کی صلاحیت وقوت نہ رکھتے تھے اسلئے ان کیلئے فتویٰ قیاس سے دینا جائز نہیں رکھا گیا

حدیث دوم عن عدی بن حاتم انہ اخذ عقالا ابیض وعقالا اسود حتی کان بعض اللیل نظر فلم یستبینا فلما اصبح

قال لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جعلت تحت وسادتی خیطا الابیض وخیطا الاسود قال ان وسادک لعریض

ان کان الخیط الابیض والخیط الاسود تحت وسادتک اخرجہ الخمسۃ۔ تیسیر کلکتہ باختصار صفحہ ۴۴ کتاب التفسیر

سورۃ البقرۃ **ترجمہ** حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی (کلوا واشربوا

حتی یتبین لکم الخیط الابیض من الخیط الاسود) تو انہوں نے ایک ڈورا سفید اور ایک ڈورا سیاہ لیکر رکھ لیا اور

اور رات کے کسی حصہ میں جو اُس کو دیکھا تو وہ دو ڈورے تمیز نہ ہوئے جب صبح ہوئی تو انہوں نے رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ میں نے اپنے تکیہ کے نیچے ایک ڈورا سفید اور ایک ڈورا سیاہ رکھا تھا آپ نے

فرمایا تمہارا تکیہ بہت ہی چوڑا ہے اگر سفید اور سیاہ ڈورے (جن سے مراد دن اور رات ہے) تمہارے تکیہ کے نیچے

آگئے۔ **ف** باوجودیکہ یہ صحابی اہل زبان تھے مگر بوجہ قوت اجتہادیہ نہ ہونیکے فہم مراد قرآنی میں غلطی کی کیونکہ

ان کی غلطی پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بعنوان مزاح انکار فرمایا اور مقصد اول میں اجتہاد پر انکار نقل فرمانا

گو وہ خطا ہی کیوں نہ ہو گزر چکا اس سے معلوم ہوا کہ ان میں قوت اجتہادیہ نہ تھی اس سے آپ نے اُن کی رائے

وفہم کو معتبر نہیں فرمایا۔ **حدیث سوم** عن عطاء بن یسار قال سال رجل بن عمرو بن العاص عن رجل

طلق امرأتہ ثلثا قبل ان یمسہا فقال عطاء فقلت انما طلاق البکر واحدۃ فقال لی عبد اللہ انما انت قاص

الواحدۃ فقال لی عبد اللہ انما انت قاص الواحدۃ تبینہا والثلث تحرمہا حتی تنکح زوجا غیرہ اخرجہ مالک

تیسیر کلکتہ صفحہ ۳۱۴ کتاب الطلاق فصل ثانی **ترجمہ** عطاء بن یسار سے روایت ہے کہ ایک شخص نے حضرت

عبد اللہ بن عمرو بن العاص سے مسئلہ پوچھا کہ کسی شخص نے اپنی بی بی کو قبل صحبت تین طلاق دیں عطاء رحمۃ اللہ

تعالیٰ نے جواب دیا کہ باکرہ کو ایک ہی طلاق پڑتی ہے حضرت عبد اللہ بولے کہ تم تو نرے واعظ آدمی ہو یعنی تو تم

دیا گیا جاوے ایک طلاق سے تو وہ بائن ہو جاتی ہے اور تین طلاق سے حلالہ کرنے تک حرام ہو جاتی ہے روایت کیا اسکو مالک نے **ف** حضرت عطار رحمہ کے فتوے کو باوجود ان کے اتنے بڑے محدث و عالم ہونے کے حضرت عبداللہ رض نے محض اُنکی قوۃ اجتہادیہ کی کمی سے معتبر و معتدبہ نہیں سمجھا اور انما انت قاص سے ان کے مجتہد نہونیکی طرف اشارہ فرمادیا جس کا حاصل یہ ہے کہ نقل روایت اور بات ہے اور افتاء و اجتہاد اور بات ہے آگے اُسکی دلیل سنئے کہ باوجود حافظ حدیث ہونے کے مجتہد نہونا ممکن ہے حدیث چہارم عن ابن مسعودؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نضر اللہ عبدا سمع مقالتی فحفظہا ووعاہا واداہا فرب حامل فقہ غیر فقیہ ورب حامل فقہ الی من ہو افقہ منہ الحدیث رواہ الشافعی والبیہقی فی المدخل ورواہ احمد والترمذی وابوداؤد وابن ماجہ والدارمی عن زید بن ثابت مشکوۃ انصاری صفحہ ۲۷ ترجمہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تر و تازہ فرماوے اللہ تعالیٰ اس بندہ کو جو میری حدیث سنے اور اسکو یاد کرے اور یاد رکھے اور دوسرے کو پہنچادے کیونکہ بعضے پہنچانیوالے علم کے خود فہیم نہیں ہوتے اور بعضے ایسوں کو پہنچاتے ہیں جو اس پہنچانے والے سے زیادہ فہیم ہوتے ہیں روایت کیا اس کو شافعی نے اور بیہقی نے مدخل میں اور روایت کیا اس کو احمد اور ترمذی اور ابوداؤد اور ابن ماجہ اور دارمی نے حضرت زید بن ثابت رض سے **ف** اس حدیث میں صاف تصریح ہے کہ بعضے محدث حافظ الحدیث صاحب فہم نہیں ہوتے یا قلیل الفہم ہوتے ہیں + **آگے** وہ حدیثیں سنئے جن سے قوت اجتہادیہ کی حقیقت منکشف ہوتی ہے حدیث اول عن ابن مسعود قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انزل القرآن علی سبعۃ احرف لکل آیۃ منہا ظہر وبطن ولکل حد مطلع رواہ فی شرح السنۃ ۔ مشکوۃ انصاری صفحہ ۲۷ ترجمہ ۔ حضرت ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قرآن سات حرفوں پر نازل کیا گیا ہے ہر آیت کا ایک ظاہر ہے ایک باطن اور ہر حد کے لئے طریقہ اطلاع جداگانہ ہے (یعنی مدلول ظاہری کے لئے علوم عربیہ اور مدلول خفی کے لئے قوت فہمیہ) روایت کیا ہے اسکو شرح السنۃ میں حدیث دوم ۔ عن عروۃ بن الزبیر قال سالت عائشۃ عن قولہ تعالیٰ ان الصفا والمروۃ من شعائر اللہ فمن حج البیت او اعتمر فلا جناح علیہ ان یطوف بہما قلت فواللہ ما علی احد جناح ان لا یطوف بالصفا والمروۃ فقالت بئس ما قلت یا ابن اختی ان ہذہ لو کانت علی ما اولتہا کانت لا جناح علیہ ان لا یطوف بہما وفی ہذا الحدیث قال الزہری فاخبرت ابا بکر بن عبدالرحمن فقال ان ہذا العلم ما کنت سمعتہ اخرجہ الستۃ تیسیر جلد ثانی صفحہ ۱۴ کتاب التفسیر سورۃ البقرۃ

ترجمہ عروہ بن زبیر سے روایت ہے کہ میں نے حضرت عائشہؓ سے اس آیت کے متعلق دریافت کیا ان الصفا والمروۃ الخ اور میں نے کہا کہ اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر کوئی شخص صفا اور مروہ کا طواف نہ کرے تو اس کو گناہ نہ ہوگا (جیسا ظاہر ترجمہ سے معلوم ہوتا ہے کہ کچھ گناہ نہیں ہے جو طواف کرے متبادر الی الذہن اس سے یہی ہے کہ طواف مباح ہے اگر نہ کرے تو بھی جائز ہے) حضرت عائشہؓ نے کہا کہ اے بھانجے تم نے بڑی غلط بات کہی اگر یہ آیت اس معنی کو مفید ہوتی جو تم سمجھے ہو تو عبارت یوں ہوتی لاجناح علیہ ان لایطوف بہما یعنی طواف نہ کرنے میں گناہ نہیں زہری کہتے ہیں کہ میں نے ابوبکر بن عبدالرحمٰن کو اس کی خبر دی انہوں نے کہا کہ یہ علم میں نے نہ سنا تھا روایت کیا اس کو امام مالک اور بخاری اور مسلم اور ابوداؤد اور ترمذی اور نسائی نے حدیث سوم عن ابن مسعود فی فضل الصحابۃ کانوا افضل ہذہ الامۃ ابرہا قلوبا واعمقہا علما واقلہا تکلفا الحدیث۔ رواہ رزین مشکوٰۃ انصاری صفحہ ۴۲ ترجمہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے صحابہؓ کی فضیلت میں روایت ہے کہ وہ حضرات تمامی امت سے افضل تھے سب سے زیادہ ان کے قلوب پاک تھے سب سے زیادہ ان کا علم عمیق تھا سب سے کم انکا تکلف تھا روایت کیا اس کو رزین نے حدیث چہارم عن ابی جحیفۃ قال قلت لعلی یا امیر المومنین ہل عندکم من سوداء فی بیضاء لیس فی کتاب اللہ عزوجل قال لا والذی فلق الحبۃ وبرأ النسمۃ ما علمتہ الا فہما یعطیہ اللہ رجلا فی القرآن اخرجہ البخاری والترمذی والنسائی تیسیر کلکتہ صفحہ ۳۰۴ کتاب القصاص فصل اول المسلم بالکافر ترجمہ ابی جحیفہؓ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت علیؓ سے پوچھا کہ آپ کے پاس کچھ ایسے مضامین لکھے ہوئے ہیں جو کتاب اللہ میں نہیں ہیں انہوں نے فرمایا قسم اس ذات کی جس نے دانہ کو شگاف دیا اور جان کو پیدا کیا ہمارے پاس کوئی علم ایسا نہیں لیکن فہم خاص ضرور ہے جس کو اللہ تعالیٰ قرآن میں کسی کو عطا فرماویں روایت کیا اس کو بخاری اور ترمذی اور نسائی نے حدیث پنجم عن زید بن ثابت قال ارسل الی ابوبکر مقتل اہل الیمامۃ فاذا عمر جالس عندہ فقال ابوبکر ان عمر جاءنی فقال ان القتل قد استحر یوم الیمامۃ بقراء القرآن وانی اخشی ان یستحر القتل بالقراء فی کل المواطن فیذہب من القرآن کثیر وانی اری ان تامر بجمع القرآن فقلت وکیف افعل مالم یفعلہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال عمر ہو واللہ خیر فلم یزل یراجعنی فی ذلک حتی شرح اللہ صدری للذی شرح لہ صدر عمر ورایت فی ذلک الذی رای الحدیث اخرجہ البخاری والترمذی تیسیر کلکتہ صفحہ ۸۰ کتاب تالیف القرآن ترجمہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ زمانہ جنگ اہل یمامہ میں حضرت ابوبکرؓ نے میرے بلانے کو آدمی

بھیجا وہاں جاکر دیکھتا ہوں کہ حضرت عمرؓ بھی بیٹھے ہیں حضرت ابوبکرؓ نے قصہ بیان کیا کہ حضرت عمرؓ نے میرے پاس آکر یہ صلاح دی کہ واقعہ یمامہ میں بہت سے قراء قرآن کے کام آئے مجھکو اندیشہ ہے کہ اگر اسی طرح سب جگہ یہ لوگ کام آتے رہے تو قرآن کا بڑا حصہ ضائع ہوجائیگا اس لئے میری رائے یہ ہے کہ آپ قرآن جمع کرنیکا امر فرماویں میں نے حضرت عمرؓ کو جواب دیا کہ جو کام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں کیا وہ میں کس طرح کروں حضرت عمرؓ نے کہا کہ واللہ یہ کام خیر محض ہے پس برابر اسی کو بار بار کہتے رہے حتی کہ جس باب میں ان کو شرح صدر اور اطمینان تھا مجھکو بھی شرح صدر ہوگیا روایت کیا اسکو بخاری اور ترمذی نے **ف** مجموعہ احادیث مذکورہ پنجگانہ سے چند امور معلوم ہوئے **اول** یہ کہ نصوص کے بعض معانی ظاہر ہیں اور بعض مدلولات خفی و دقیق کہ وہ اسرار و علل و حکم ہیں چنانچہ قرآن کے باب میں حدیث اول اسپر صراحۃً دال ہے اور اس میں ان ہی مدلولات کو بطن قرآن فرمایا گیا ہے اور حدیث کے باب میں اس حدیث سے اوپر والی حدیث کہ وہ بھی ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے دلالت کرتی ہے کیونکہ صرف معانی ظاہرہ کے اعتبار سے شاگرد کے اُستاد سے افضل و افقہ ہونیکے کوئی معنی نہیں اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ دونوں درجے مدلول کی حدیث میں بھی ہیں **دوسرا** امر یہ کہ نصوص کے سمجھنے میں لوگوں کے افہام متفاوت ہوتے ہیں۔ کوئی ظہر نص تک رہ جاتا ہے کوئی بطن نص تک پہنچ جاتا ہے چنانچہ حدیث دوم اس پر دال ہے کہ آیت میں جو نکتہ دقیقہ ہے باوجودیکہ زیادہ خفی نہیں ہے مگر حضرت عروہ اسکو نہ سمجھ سکے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اس کو سمجھ گئیں اور چونکہ نہایت لطیف بات تھی زہری سے ابوبکر بن عبدالرحمن نے سنکر اس پر مسرت ظاہر کی اور اس کو علم کہا **تیسرا** امر یہ کہ اس تفاوت افہام میں ہر درجہ زیادت فہم کا موجب فضل و شرف نہیں ورنہ اس سے تو کوئی دو شخص بھی باہم خالی نہیں بلکہ کوئی خاص درجہ ہے جو کہ اپنے دقیق و عمیق ہونے سے موجب فضل و شرف ہے اور اس درجہ میں اُس کو علم معتد بہ سمجھا جاتا ہے چنانچہ حدیث سوم اسپر صراحۃً دال ہے **چوتھا** امر یہ کہ وہ درجہ خاص فہم کا مکتسب نہیں ہے محض ایک امر وہبی ہے چنانچہ حدیث چہارم میں یعطیہ اللہ کہنا اسپر دلالت کرتا ہے البتہ اسکے اعتبار کے لئے رفع تردد و مورث طمانیت قلب ہوجاتا ہے چنانچہ حدیث پنجم اس پر دال ہے کہ اول حضرت ابوبکرؓ کو بوجہ ظاہر احادیث ذم بدعت کے اس کے خیر ہونے میں تردد ہوا مگر جب ان کے قلب پر مدلول خفی اور سر حکم اجتناب عن البدعۃ وارد ہوئے تو اُس کا طبعیہ حفظ دین مادہ میں

داخل ہوتا منکشف ہو کر اُس کے خارج عن البدعۃ ہونے میں اطمینان حاصل ہو گیا اور بعض احادیث مذکورہ اور خمسہ میں سے متعدد امور پر بھی دال ہیں چنانچہ تامل سے معلوم ہو سکتا ہے مگر اختصار کے لیے زیادت خصوصیت کے لحاظ سے ایک ایک کو ایک ایک کا مدلول ٹھیرا دیا گیا سو مراد قوۃ اجتہادیہ سے اس مہم مذکور فی الحدیث کا وہ درجہ خاص ہے پس حاصل اُسکی حقیقت کا احادیث بالا سے یہ مستفاد ہوا کہ وہ ایک ملکہ وقوۃ فہمیہ علمیہ خاصہ وہبیہ ہے جس کے استعمال کی وساطت سے اہل اس قوۃ کی نصوص کے مدلولات خفیہ ومعانی دقیقہ اور احکام کے اسرار وعلل یعنی احکام تکلیفیہ واحکام وضعیہ پر مطلع ہو کر اس پر مطمئن ہو جاتے ہیں اور دوسروں کی وہاں تک رسائی بھی نہیں ہوتی گو دوسرے وقت یہی اطمینان دوسرے شق میں ہو جاوے اسوقت پہلے شق سے رجوع کر لیتے ہیں اور یہی قوت ہے جس کو فہم اور فقہ اور رائے واجتہاد واستنباط وشرح صدر وغیرہا عنوانات سے آیات واحادیث میں جا بجا تعبیر کیا گیا ہے ۔

مقصد چہارم ۔ تقلید شخصی ثابت ہے اور اس کے معنی ۔ **حدیث اول** عن حذیفۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انی لا ادری ما قدر بقائی فیکم فاقتدوا بالذین من بعدی واشار الی ابی بکر رضی وعمر رض الحدیث اخرجہ الترمذی ۔ تیسیر کلکتہ صفحہ ۳۲۹ کتاب الفضائل باب ثالث ترجمہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ مجھکو معلوم نہیں کہ تم لوگوں میں کب تک (زندہ) رہونگا سو تم لوگ ان دونوں شخصوں کا اقتدا کیا کرنا جو میرے بعد ہوں گے اور اشارہ سے ابوبکر رض اور حضرت عمر رض کو بتلایا روایت کیا اس کو ترمذی نے ف من بعدی سے مراد ان صاحبوں کی حالت خلافت ہے کیونکہ بلا خلافت تو دونوں صاحب آپکے روبرو بھی موجود تھے پس مطلب یہ ہوا کہ ان کے خلیفہ ہونیکی حالت میں ان کا اتباع کیجو اور ظاہر ہے کہ خلیفہ ایک ایک ہونگے پس حاصل یہ ہوا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالی عنہ کی خلافت میں تو ان کا اتباع کیا کیجو حضرت عمر رض کی خلافت میں انکا اتباع کیجو پس ایک زمانہ خاص تک ایک معین شخص کے اتباع کا حکم فرمایا اور یہ کہیں نہیں فرمایا کہ انسے احکام کی دلیل بھی دریافت کر لیا کرنا اور نہ یہ عادت مستمرہ تھی کہ دلیل کی تحقیق ہر مسئلہ میں کیجاتی ہو اور یہی تقلید شخصی ہے کیونکہ حقیقت تقلید شخصی کی یہ ہے کہ ایک شخص کو جو مسئلہ پیش آوے وہ کسی مرجح کی وجہ سے ایک ہی عالم سے رجوع کیا کرے اور اس سے تحقیق کر کے عمل کیا کرے اور اس مقام میں اس کے وجوب سے بحث نہیں وہ آگے مذکور ہے صرف اُس کا جواز اور مشروعیت اور موافقت سنت ثابت کرنا

مقصد چہارم در ثبوت تقلید شخصی و بیان معنی آن

مقصود ہے سو وہ حدیث قولی سے جو ابھی مذکور ہوئی بفضلہ تعالیٰ ثابت ہے گو ایک معین زمانہ کیلئے سہی **حدیث دوم** عن الاسود بن یزید الی آخر الحدیث **ف** یہ وہ حدیث ہے جو مقصد اول میں بعنوان حدیث چہارم مع ترجمہ کے گذر چکی ہے ملاحظہ فرمالیا جاوے اس سے جس طرح تقلید کا سنت ہونا ثابت ہے جیسا اس مقام پر اس کی تقریر کی گئی ہے اسی طرح تقلید شخصی بھی ثابت ہوتی ہے کیونکہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت معاذ کو تعلیم احکام کے لئے یمن بھیجا تو یقیناً اہل یمن کو اجازت دی کہ ہر مسئلہ میں ان سے رجوع کر سکتے ہیں اور یہی تقلید شخصی ہے جیسا ابھی اوپر بیان ہوا **حدیث سوم**۔ عن ہزیل بن شرحبیل فی حدیث طویل مختصرہ قال سئل ابو موسیٰ ثم سئل ابن مسعود واخبر بقول ابی موسیٰ فخالفہ ثم اخبر ابو موسیٰ بقولہ فقال لا تسألونی ما دام ہذا الحبر فیکم اخرجہ البخاری وابوداؤد والترمذی تیسیر کلکتہ صفحہ ۳۷۹ کتاب الفرائض فصل ثانی **ترجمہ** خلاصہ اس حدیث طویل کا یہ ہے کہ ہزیل بن شرحبیل سے روایت ہے کہ حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے ایک مسئلہ پوچھا گیا پھر وہی مسئلہ حضرت ابن مسعودؓ سے پوچھا گیا اور حضرت ابو موسیٰؓ کے فتوے کی بھی ان کو خبر دی تو انہوں نے اور طور سے فتویٰ دیا پھر اُنکے فتوے کی خبر حضرت ابو موسیٰ کو دی گئی تو انہوں نے فرمایا کہ جب تک یہ عالم متبحر تم لوگوں میں موجود ہیں تم مجھ سے مت پوچھا کرو۔ روایت کیا اس کو بخاری اور ابوداؤد اور ترمذی نے **ف** حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس فرمانے سے کہ ان کے ہوتے ہوئے مجھ سے مت پوچھو ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ ہر مسئلہ میں ان سے پوچھنے کے لئے فرمایا ہے اور یہی تقلید شخصی ہے کہ ہر مسئلہ میں کسی مرجح کی وجہ سے ایک ہی عالم سے رجوع کرکے عمل کیا کرے۔

مقصد پنجم۔ اس زمانہ میں باعتبار غالب حالت لوگوں کے تقلید شخصی ضروری ہے اور اسکے ضروری ہونیکے معنی اول اس کے ضروری ہونے کے معنی بیان کئے جاتے ہیں تاکہ دعوے کی تعیین ہوجاوے۔ سو جاننا چاہئے کہ کسی شے کا ضروری اور واجب ہونا دو طرح پر ہے ایک یہ کہ قرآن و حدیث میں خصوصیت کے ساتھ کسی امر کی تاکید ہو جیسے نماز و روزہ وغیرہا ایسی ضرورت کو وجوب بالذات کہتے ہیں دوسرے یہ کہ اُس امر کی خود تو کہیں تاکید نہیں آئی مگر جن امور کی قرآن و حدیث میں تاکید آئی ہے اُن امور پر عمل کرنا بدون اس امر کے عادۃً ممکن نہ ہو اس لئے اس امر کو بھی ضروری کہا جاوے اور یہی معنی ہیں علماء کے اس قول کے مقدمہ واجب کا واجب ہے

جیسے قرآن وحدیث کا جمع کرکے لکھنا کہ شرع میں اس کی کہیں بھی تاکید نہیں آئی بلکہ اس حدیث
میں خود کتابت ہی کے واجب نہونیکی تصریح فرمادی ہے **حدیث** عن ابن عمرؓ قال قال رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم انا امۃ امیۃ لانکتب ولانحسب الحدیث متفق علیہ۔ مشکوٰۃ انصاری صفحہ ۱۲۶ ترجمہ
حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ہم تو ایک
امی جماعت ہیں نہ حساب جانیں نہ کتابت روایت کیا اسکو بخاری ومسلم نے **ف** دلالت حدیث کی مطلوب پر
ظاہر ہے اور جب مطلق کتابت واجب نہیں تو کتابت خاصہ کیسے واجب ہوگی لیکن ان کا محفوظ رکھنا اور ضائع
ہونے سے بچانا ان امور پر تاکید آئی ہے اور تجربہ اور مشاہدہ سے معلوم ہوتا ہے کہ بدون مقید بالکتاب
کرنیکے محفوظ رہنا عادۃً ممکن نہ تھا اس لئے قرآن وحدیث کے لکھنے کو ضروری سمجھا جاویگا چنانچہ اس طور
پر اُسکے ضروری ہونے پر تمام اُمت کا دلالۃً اتفاق چلا آیا ہے ایسی ضرورت کو وجوب بالغیر کہتے ہیں
جب وجوب کی قسمیں اور ہر ایک کی حقیقت معلوم ہوگئی تو جاننا چاہئے کہ تقلید شخصی کو جو ضروری اور
واجب کہا جاتا ہے تو مراد اس وجوب سے وجوب بالغیر ہے نہ کہ وجوب بالذات اسلئے ایسی آیت وحدیث
پیش کرنا تو ضروری نہوا جس میں تقلید شخصی کا نام لیکر تاکیدی حکم آیا ہو جیسے کتابت قرآن وحدیث کے
وجوب کیلئے دلیل کا مطالبہ نہیں کیا جاتا بلکہ باوجود اسکے کہ حدیث مذکورہ میں اسکے وجوب کی نفی مصرح
ہے پھر بھی واجب کہا جاتا ہے اور اسکو حدیث کی مخالفت نہیں سمجھی جاتی اسی طرح تقلید شخصی کے وجوب کے
لئے نص پیش کرنیکی حاجت نہیں البتہ دو مقدمے ثابت کرنا ضروری ہیں ایک مقدمہ یہ کہ وہ کون کون
امور ہیں کہ اس زمانہ میں تقلید شخصی نہ کرنے سے اُن میں خلل پڑتا ہے دوسرا مقدمہ یہ کہ وہ امور مذکورہ
واجب ہیں۔ پہلے مقدمہ کا بیان یہ ہے کہ وہ امور یہ ہیں **اوّل** علم وعمل میں نیت کا خالص دین کیلئے ہونا
ثانی خواہش نفسانی پر دین کا غالب رکھنا یعنی خواہش نفسانی کو دین کے تابع بنانا دین کو اُسکے تابع نہ بنانا
ثالث ایسے امر سے بچنا جس میں اندیشہ قوی اپنے ضرر دین کا ہو **رابع** اہل حق کے اجماع کی مخالفت نہ کرنا
خامس دائرہ احکام شرعیہ سے نہ نکلنا رہا یہ کہ تقلید شخصی نہ کرنے سے ان میں خلل پڑتا ہے سو یہ
تجربہ ومشاہدہ کے متعلق ہے اور وجہ اُس کی یہ ہے کہ اسوقت اکثر طبائع میں فساد وغرض پرستی غالب
ہے چنانچہ ظاہر ہے اور احادیث فتن میں اسکی خبر بھی دیگئی ہے جو اہل علم پر مخفی نہیں پس اگر تقلید شخصی نہ کیجاوے
تو تین صورتیں پیش آوینگی ایک یہ کہ بعضے اپنے کو مجتہد سمجھ کر قیاس کرنا شروع کرینگے اور احادیث جواز احتہا

کوپیش کرکے کہیں گے کہ اس میں اجتہاد کو کسی جماعت کیساتھ خاص نہیں کیا گیا ہم بھی لکھے پڑھے ہیں
یا یہ کہ قرآن اور مشکوۃ کا ترجمہ ہم نے بھی دیکھا ہے یا کسی عالم سے سنا ہے اور اس کو سمجھ گئے ہیں پھر ہمارا
اجتہاد کیوں نہ معتبر ہو جب اجتہاد عام ہوگا تو احکام میں جسقدر تصریف و تحریف پیش آوے تعجب نہیں مثلاً
ممکن ہے کہ کوئی شخص کہے کہ جس طرح مجتہدین سابقین نے قوۃ اجتہادیہ سے بعض نصوص کو معلل سمجھا ہے
اور وہ سمجھنا معتبر و مقبول ہوا جیسا مقصد دوم میں مفصل بیان ہو چکا ہے اسی طرح میں حکم وجوب وضو کو کہتا
ہوں کہ معلل ہے اور علت اسکی یہ ہے کہ عرب کے اکثر لوگ اونٹ اور بکریاں چرایا کرتے تھے اور ان کے ہاتھ
پاؤں اکثر چھینٹ میں آلودہ ہو جاتے تھے اور وہی ہاتھ منھ کو لگ جاتا تھا ان کو حکم وضو کا ہوا تھا کہ یہ
سب اعضاء پاک صاف ہو جاویں اور اس کا قرینہ یہ ہے کہ وضو میں وہی اعضاء دھوئے جاتے ہیں جو اکثر
اوقات کھلے رہتے ہیں اور ہم چونکہ روزانہ غسل کرتے ہیں محفوظ مکانوں میں آرام سے بیٹھے رہتے ہیں
ہمارا بدن خود پاک صاف رہتا ہے اس لئے ہم پر وضو واجب نہیں بلا وضو نماز پڑھنا جائز ہے حالانکہ یہ سمجھ
لینا کہ کون حکم معلل ہے علت کیساتھ اور کون حکم تعبدی یعنی غیر معلل ہے یہ حصہ خاص ائمہ مقبولین ہی کا
ہو چکا ہے اسوقت انکے خلاف کیسکا دخل دینا محض باطل ہے یا مثلاً ممکن ہے کہ کوئی یوں کہے کہ نکاح
میں شہود یا اعلان کا وجوب مقصود اصلی نہیں بلکہ معلل ہے اس علت کیساتھ کہ اگر زوجین میں اختلاف
خصومت ہو تو تحقیق حال میں سہولت ہو پس جہاں اسکا احتمال نہو وہاں بلا شہود نکاح جائز ہے و نیز
ممکن ہے کہ اپنے اجتہاد سے احکام منسوخہ بالاجماع کے غیر منسوخ ہونیکا دعوی کرے مثلاً متعہ کو جائز
کہنے لگے چنانچہ ان تینوں مثالوں کا وقوع سنا گیا ہے اور ظاہر ہے کہ ان اقوال میں کس درجہ تحریف احکام
و مخالفت اجماع امت مرحومہ ہے جس میں ترک ہے امر رابع کا اور خمسہ مذکورہ سے کیونکہ حقیقت
اجماع کی یہ ہے کہ کسی عصر کے جمیع علماء کسی امر دینی پر اتفاق کریں اور اگر کوئی عمداً یا خطاءً اس اتفاق
سے خارج رہے تو اسکے پاس کوئی دلیل محتمل صحت نہو اور خطاء میں وہ معذور بھی ہوگا اور ظاہر ہے کہ امثلہ
مذکورہ کے احکام ایسے ہی ہیں اور گو متعہ میں بعض کا خلاف رہا مگر بوجہ غیر مستند الی الدلیل الصحیح ہونیکے
وہ قادح اجماع نہیں سمجھا گیا غرض مطلقاً عدم شرکت مضر تحقق اجماع نہیں ورنہ قرآن مجید کے یقیناً محفوظ
اور متواتر ہونیکا دعوی مشکل ہو جائیگا کیونکہ احادیث بخاری سے ثابت ہے کہ حضرت ابی رضی اللہ عنہ
آیات منسوخۃ التلاوۃ کو داخل قرآن اور حضرت ابوالدرداء سورۃ واللیل آیت وما خلق الذکر والانثی میں کلمہ

حقیقت اجماع

وما خلق کو اور ابن مسعودؓ معوذتین کو خارج قرآن سمجھتے تھے گو یہ اقوال تھوڑے ہی روز رہے ہوں تو لازم آتا ہے
کہ جزو کا داخل ہونا اور غیر جزو کا خارج ہونا ہر زمانہ میں مجمع علیہ و یقینی نہ ہے حالانکہ ایک ساعت کے
اعتبار سے بھی اس کا کوئی قائل نہیں بلکہ سب اسکو تمام ازمنہ کے اعتبار سے یقینی اور محفوظ سمجھتے رہے
اور چونکہ ان حضرات کو استدلال میں یقیناً غلطی ہوئی اس لئے کسی نے سلفاً و خلفاً اسکو مضر و مخل اجماع
نہیں سمجھا البتہ ان کو بھی شبہ کی وجہ سے معذور سمجھا وہ حدیثیں یہ ہیں **حدیث اول** عن ابن عباسؓ
قال قال عمر اقرءنا ابی واقضانا علی وانا لندع من قول ابی وذلک ان ابیا یقول لا ادع شیئا سمعتہ من
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وقد قال اللہ تعالی ما ننسخ من آیۃ او ننسہا۔ بخاری۔ نظامی جلد ثانی صفحہ ۶۴۴
حدیث دوم عن علقمۃ قال دخلت فی نفر من اصحاب عبد اللہ الشام فسمع بنا ابو الدرداء فاتانا فقال افیکم
من یقرأ فقلنا نعم قال فایکم اقرأ فاشاروا الی فقال اقرأ فقرأت واللیل اذا یغشی والنہار اذا تجلی والذکر
والانثی قال انت سمعتہا من فی صاحبک قلت نعم قال فانا سمعتہا من فی النبی صلی اللہ علیہ وسلم وہؤلاء یابون
علینا۔ بخاری جلد ثانی صفحہ ۷۴۳ **حدیث سوم** عن زر قال سالت ابی بن کعب قلت ابا المنذر ان اخاک
ابن مسعود یقول کذا وکذا فقال ابی سالت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال لی قیل لی فقلت فنحن نقول
کما قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بخاری جلد ثانی صفحہ ۷۴۴ **ف** چونکہ تینوں حدیثوں کا خلاصہ مضمون
اوپر گذر چکا ہے لہذا ترجمہ نہیں لکھا گیا بالجملہ یہ خرابی تو عموم اجتہاد میں ہوگی اور ممکن ہے کہ ایسے اجتہاد کی
کوئی تقلید بھی کرنے لگے دوسری یہ کہ اجتہاد کو مطلقاً ناجائز سمجھ کر نہ خود اجتہاد کرینگے نہ کسی کے اجتہاد
پر عمل کریں گے صرف ظاہر حدیث پر عمل کریں گے سو اس میں ایک خرابی تو یہ ہوگی کہ جو احکام نصوص صریحہ
میں مسکوت عنہ ہیں اُن میں اپنے یا غیر کے اجتہاد پر تو اس لئے عمل نہیں کر سکتے کہ اُسکو ناجائز سمجھتے ہیں
اور صراحۃً وہ حکم نصوص میں مذکور نہیں پس بجز اس کے کہ کچھ بھی نہ کریں اور ترک عمل کر کے تعطل و بطالت
کو اختیار کریں اور کیا ہو سکتا ہے اور یہ ترک ہے امر خامس کا امور مذکورہ میں سے اور ایسے احکام
اس کثرت سے ہیں کہ اُنکا احاطہ و حصر مشکل ہے چنانچہ جزئیات فتاوی کے مطالعہ کرنے سے ظاہر ہو سکتا
ہے دوسری خرابی یہ ہوگی کہ بعض احادیث کے ظاہری معنی پر یقیناً عمل جائز نہیں جیسے یہ حدیث ہے
حدیث وفی اخری لمسلم صلی الظہر والعصر جمیعا والمغرب والعشاء جمیعا من غیر خوف ولا سفر تیسیر کلکتہ صفحہ ۲۴۰
کتاب الصلوۃ باب ثامن فصل ثانی ترجمہ اور مسلم کی ایک روایت ہے کہ نماز پڑھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نے ظہر اور عصر ایک ساتھ جمع کرکے اور مغرب اور عشاء ایک ساتھ جمع کرکے بدون خوف کے اور بدون سفر کے فقط حالانکہ بلاعذر حقیقۃً جمع کرنا کسی کے نزدیک جائز نہیں جیسا ظاہر احادیث سے مفہوم ہوتا ہے اسی لئے اس میں قوۃ اجتہادیہ سے تاویل کیجاتی ہے پس اگر ان احادیث کے ظاہر پر عمل کیا جاویگا تو مخالفت اجماع کی لازم آویگی جس میں ترک ہو امر رابع کا تیسری صورت یہ کہ نہ خود اجتہاد کریں نہ ہر جگہ ظاہر حدیث پر عمل کریں بلکہ مسائل مشکلہ میں ائمہ کی بلاتعیین تقلید کریں کبھی ایک مجتہد کے فتوے پر عمل کرلیا کبھی دوسرے کے فتوے کو لیلیا سو اس میں بعض حالتوں میں تو اجماع کی مخالفت لازم آویگی مثلاً ایک شخص نے وضو کیا پھر خون نکلوایا جس سے امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک وضو ٹوٹ جاتا ہے اور کہا کہ میں امام شافعیؒ کا فتویٰ لیتا ہوں کہ خون نکلنے سے وضو نہیں ٹوٹتا اس کے بعد عورت کو شہوت سے ہاتھ لگایا جس سے امام شافعیؒ کے نزدیک وضو ٹوٹ جاتا ہے اور کہا کہ اس میں امام ابوحنیفہ کا فتویٰ لیتا ہوں کہ اس سے وضو نہیں ٹوٹتا اور بلا تجدید وضو نماز پڑھلی چونکہ اس شخص کا وضو بالاجماع ٹوٹ چکا ہے گو سبب مختلف ہو اسلئے سب کے نزدیک اسکی نماز باطل ہوئی پس اس میں ترک ہوا امر رابع کا امور مذکورہ میں سے اور بعض حالتوں میں گو مخالفت اجماع کے لازم نہ آویگی لیکن بوجہ غلبہ غرض پرستی کے اس کا نفس مسائل مختلفہ میں اسی قول کو لیگا جو اسکی خواہش نفسانی کے موافق ہو اور اس میں غرض دنیوی حاصل ہوتی ہو پس اس قول کو دین سمجھکر نہ لیگا بلکہ خاص غرض یہی ہوگی کہ اس میں مطلب نکلے تو یہ شخص ہمیشہ دین کو تابع خواہش نفسانی کے بنائے رہیگا خواہش نفسانی کو تابع دین کے نہ کریگا اور اس میں ترک ہے امر ثانی کا امور مذکورہ میں سے اور ظاہر ہے کہ ایسے شخص کی نیت عمل میں اور تحقیق مسئلہ میں یہی ہوگی کہ حظ نفس اور غرض دنیوی حاصل ہو اگر ایک امام کا قول اس کی مصلحت کے موافق نہ ہوگا دوسرے کا تلاش کریگا غرض علم دین اور عمل دین دونوں میں نیت اسکی خالص اور طلب رضائے حق نہوگی اور اسمیں ترک ہو امر اول کا امور مذکورہ میں سے اور جس شخص کا نفس اس آزادی کا خوگر ہو جاویگا بعد چندے اس آزادی کا فروع سے اصول میں پہنچ جانا جو صریح ضرر دین ہی ہے کچھ بعید نہیں بلکہ غالب و قریب ہے پس اس اعتبار سے اس بے قیدی کی عادت میں قوی اندیشہ ہوا ضرر دین کا اور یہ ترک ہے امر ثالث کا امور مذکورہ میں سے۔ پس تقریر ہذا سے بحمد اللہ تعالیٰ یہ امر بخوبی واضح ہوگیا کہ ترک تقلید شخصی سے یہ امور خمسہ بلاشبہ خلل پذیر ہوجاتے ہیں نمبر ا۔ علم و عمل میں نیت کا خالص دین کے لئے ہونا نمبر ۲۔ خواہش نفسانی پر دین کا غالب رکھنا یعنی خواہش نفسانی کو دین کے تابع بنانا دین کو اسکے تابع

نہ بنانا نمبر۳- ایسے امر سے بچنا جس میں اندیشہ قوی اپنے ضرر دین کا ہو نمبر۴- اہل حق کے اجماع کی مخالفت نہ کرنا نمبر۵- دائرۂ احکام شرعیہ سے نہ نکلنا اور تقلید شخصی میں اس خلل کا معتد بہ انسداد اور علاج ہے پس مقدمہ اولیٰ تو ثابت ہو چکا۔ رہا دوسرا مقدمہ یعنی ان امور خمسہ کا واجب بالذات ہونا سو یہ احادیث سے صراحۃً ثابت ہے حدیث اوّل عن عمر بن الخطاب قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انما الاعمال بالنیات وانما لامرئ مانوی فمن کانت ہجرتہ الی اللہ ورسولہ فہجرتہ الی اللہ ورسولہ ومن کانت ہجرتہ الی دنیا یصیبہا او امرأۃ یتزوجہا فہجرتہ الی ما ہاجر الیہ متفق علیہ مشکوۃ انصاری صفحہ ۳ ترجمہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تمام اعمال نیت پر ہیں اور آدمی کو وہی ملتا ہے جو اس کی نیت ہو پس جس شخص کی ہجرت اللہ و رسول کی طرف مقصود ہو اس کی ہجرت اللہ و رسول کی طرف واقع ہوتی ہے اور جس شخص کی ہجرت دنیا کی طرف مقصود ہو کہ اسکو حاصل کرنا چاہتا ہے یا کسی عورت کیطرف ہو کہ اس سے نکاح کریگا تو اس کی ہجرت اسی شے کی طرف ہے جس کیلئے ہجرت کی ہے روایت کیا اسکو بخاری اور مسلم نے ف اس حدیث سے امر اول یعنی نیت کے خالص اور ظاہر کرنیکا وجوب ظاہر ہے دیکھو ہجرت کتنا بڑا عمل ہے جس سے بحکم دوسری حدیث کے سب گذشتہ گناہ معاف ہو جاتے ہیں مگر جب اس میں دنیوی غرض آگئی تو اکارت ہو گئی بلکہ اسپر ملامت و شناعت فرمائی جو ترک واجب پر ہوتی ہے۔

حدیث دوم عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم من تعلم علما مما یبتغی بہ وجہ اللہ لا یتعلمہ الا لیصیب بہ عرضا من الدنیا لم یجد عرف الجنۃ یوم القیمۃ یعنی ریحہا رواہ احمد و ابوداود وابن ماجہ مشکوۃ انصاری صفحہ ۲۶ ترجمہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو شخص کوئی ایسا علم جس سے حق سبحانہ و تعالیٰ کی رضا طلب کیجاتی ہے (یعنی علم دین خواہ بہت سا یا ایک آدھ مسئلہ) سیکھے اور غرض اسکے سیکھنے کی اور کچھ نہ ہو بجز اس کے کہ اسکے ذریعہ سے کچھ متاع دنیا حاصل کریگا تو قیامت کے روز وہ شخص خوشبوئے جنت نہ پاویگا روایت کیا اسکو احمد اور ابوداود اور ابن ماجہ نے ف مسئلہ پوچھنے میں یہ نیت ہونا کہ اسکی آڑ میں کوئی دنیا کا مطلب نکالیں گے اس حدیث میں اسپر کس قدر سخت وعید فرمائی ہے پس یہ حدیث بھی امر اول کے وجوب پر دال ہے حدیث سوم عن عبد اللہ بن عمرو قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یؤمن احدکم حتی یکون ہواہ تبعا لما جئت بہ رواہ فی شرح السنۃ وقال النووی فی اربعینہ ہذا حدیث صحیح رویناہ فی کتاب الحجۃ باسناد صحیح مشکوۃ صد ۲۲

ترجمہ حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص سے روایت ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
نے کبھی کوئی شخص مومن کامل نہیں ہو سکتا یہانتک کہ اُسکی خواہش نفسانی ان احکام کی تابع نہ ہو جائے
جن کو میں لایا ہوں روایت کیا اس کو شرح السنۃ میں اور نووی نے اسکو اپنے اربعین میں صحیح کیا ہے ف
اس حدیث سے امر ثانی کا وجوب ظاہر ہے حدیث چہارم عن النعمان بن بشیر فی حدیث طویل قال رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم من وقع فی الشبہات وقع فی الحرام کالراعی یرعی حول الحمی یوشک ان یرتع فیہ الا
وان لکل ملک حمی الا وان حمی اللہ محارمہ الحدیث متفق علیہ مشکوٰۃ انصاری صفحہ ۲۳۳ ترجمہ حضرت نعمان
بن بشیرؓ سے ایک حدیث طویل میں مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو شخص شبہات میں
پڑنے لگتا ہے وہ ضرور حرام میں واقع ہوتا ہے اسکی ایسی مثال ہے جیسے کوئی چرواہا ایسی چراگاہ کے آس
پاس چرائے جس کی گھاس کیلئے روک رکھی ہو تو احتمال قریب ہے کہ اُس چراگاہ کے اندر وہ جانور چرنے لگے
یاد رکھو ہر بادشاہ کے یہاں ایسی چراگاہ ہوتی ہے یاد رکھو کہ اللہ تعالی کے یہاں کی ایسی چراگاہ وہ
چیزیں ہیں جن کو اللہ تعالی نے حرام کر دیا ہے روایت کیا اسکو بخاری و مسلم نے ف اس حدیث سے معلوم ہوتا
ہے کہ جس چیز سے اندیشہ حرام میں پڑ جانیکا ہو اس سے بچنا ضرور ہے اور امر ثالث یہی ہے اور یہی معنی ہیں علماء
کے اس قول مشہور کے کہ مقدمہ حرام کا حرام ہے حدیث پنجم عن عطیۃ السعدی قال قال رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لا یبلغ العبد ان یکون من المتقین حتی یدع مالا باس بہ حذرا لما بہ باس رواہ
الترمذی وابن ماجہ مشکوٰۃ انصاری صفحہ ۲۴۳ ترجمہ عطیہ سعدیؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم نے فرمایا کہ بندہ اس درجہ کو کہ متقیوں میں داخل ہو جائے نہیں پہونچتا یہانتک کہ جن چیزوں
میں خود کوئی خرابی نہیں ان کو ایسی چیزوں کے اندیشہ سے چھوڑ دے جن میں خرابی ہو روایت کیا اسکو ترمذی اور
ابن ماجہ نے ف چونکہ تقوی بنص قرآنی اتقوا واجب ہے اور وہ اس حدیث کی رو سے موقوف ہے ایسی
چیزوں کے ترک پر جن سے اندیشہ وقوع فی المعصیۃ کا ہو اسلئے یہ بھی واجب ہوا پس یہ حدیث بھی امر ثانی
کے وجوب پر دال ہے حدیث عن ابی مالک الاشعریؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قد اجارکم اللہ
تعالی من ثلث خلال ان لا یدعو علیکم نبیکم فتہلکوا جمیعا وان لا یظہر اللہ اہل الباطل علی اہل الحق وان لا تجتمعوا
علی ضلالۃ اخرجہ ابوداؤد تیسیر کلکتہ صفحہ ۳۲۳ کتاب الفضائل باب رابع ترجمہ ابو مالک اشعریؓ سے
روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالی نے تم کو تین باتوں سے محفوظ

رکھا ہے ایک تو یہ کہ تمہارے نبی تم پر بددعا نہ کریں گے جس سے تم سب کے سب ہلاک ہو جاؤ اور دوسرے یہ کہ اہل باطل کو اللہ تعالیٰ تمام اہل حق پر غالب نہ کریں گے تیسرے یہ کہ تم لوگ کسی گمراہی کی بات پر متفق و مجتمع نہوگے روایت کیا اسکو ابوداؤد نے **حدیث ہفتم** عن معاذ بن جبل قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان الشیطان ذئب الانسان کذئب الغنم یاخذ الشاذة والقاصیة والناحیة وایاکم والشعاب وعلیکم بالجماعة والعامة رواہ احمد مشکوٰة انصاری صفحہ ۲۳ ترجمہ حضرت معاذ بن جبل سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بیشک شیطان بھیڑیا ہے انسان کا جیسا بکریوں کا بھیڑیا ہوتا ہے کہ اس بکری کو پکڑتا ہے جو گلہ سے نکل بھاگی ہو اور اُسنے دور جا پڑی ہو اور ایک کنارہ رہگئی ہو تم بھی اپنے کو مختلف راہوں سے بچاؤ اور اپنے کو اہل دین کے عام جماعت میں رکھو روایت کیا اسکو احمد نے **حدیث ہشتم**۔ وعن ابی ذر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم من فارق الجماعة شبرا فقد خلع ربقة الاسلام من عنقہ رواہ احمد و ابوداؤد مشکوٰة انصاری صفحہ ۲۳ ترجمہ ابوذر رضہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو شخص اہل دین کی جماعت سے ایک بالشت برابر بھی جدا ہوا اُس نے اسلام کا حلقہ اپنی گردن سے نکال دیا روایت کیا اسکو احمد و ابوداؤد نے **ف** ان تینوں حدیثوں کے مجموعہ سے ثابت ہوا کہ امت محمدیہ جس امر پر اتفاق و اجتماع کرلیں وہ ضلالت نہوگا تو ضرور ہے کہ اُسکی ضد اور خلاف ضلالت ہوگا۔ کما قال تعالیٰ فماذا بعد الحق الا الضلال اور اجتماع میں شریک رہنے کی تاکید اور اس سے جدا ہونے پر وعید فرمائی پس مخالفت اجماع کی ناجائز اور وقوع فی الضلالة ہوگی پس اجماع کے مقتضے پر عمل واجب ہوگا اس سے امر رابع کا وجوب ظاہر ہوگیا **حدیث نہم** عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال علیؓ لعمرؓ یا امیر المومنین لقد علمت ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قال رفع القلم عن ثلثة عن الصبی حتی یبلغ وعن النائم حتی یستیقظ وعن المعتوہ حتی یبرئ الحدیث اخرجہ ابوداؤد تیسیر کلکتہ صفحہ ۱۳۶ کتاب الحدود باب ثانی ترجمہ حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ حضرت علیؓ نے حضرت عمرؓ سے فرمایا کہ اے امیر المومنین آپکو معلوم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تین شخص مرفوع القلم ہوتے ہیں ایک نابالغ جبتک کہ بالغ ہو دوسرا جو سو رہا ہے جبتک کہ بیدار ہو تیسرا مجنون جبتک کہ اچھا ہو روایت کیا اس کو ابوداؤد نے **ف** اول تو یہ مسئلہ ایسا بدیہی ہے کہ اسمیں استدلال ہی کی

مقدمۂ واجب واجب

حاجت نہیں پھر اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ بجز اُن لوگوں کے جن کو شرع نے مرفوع القلم کیا ہے باقی سب مکلف ہیں دائرۂ احکام سے کسی کو نکلنا جائز نہیں قرآن میں بھی یہ مسئلہ منصوص ہے۔ قال اللہ تعالیٰ افحسبتم انما خلقنٰکم عبثا الآیۃ وقال اللہ تعالیٰ ایحسب الانسان ان یترک سدی الآیۃ پس امر خامس کا وجوب بھی ثابت ہوگیا اور وجوب ان امور خمسہ کا مقدمہ ثانیہ تھا پس بحمد اللہ دلیل کے دونوں مقدمے ثابت ہوگئے پس مدعا کہ وجوب تقلید شخصی ہے ثابت ہوگیا حاصل استدلال کا مختصر عنوان میں یہ ہوا کہ تقلید شخصی مقدمہ ہے واجب کا اور مقدمہ واجب کا واجب ہے پس تقلید شخصی واجب ہے اور یہ قاعدہ کہ مقدمہ واجب کا واجب ہوتا ہے ہر چند کہ بدیہی اور سب اہل ملل واہل عقل کے مسلمات سے ہے محتاج اثبات نہیں مگر تبرعاً ایک حدیث بھی تائید کیلئے لائی جاتی ہے حدیث عن عقبۃ بن عامر قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یقول من علم الرمی ثم ترکہ فلیس منا او قد عصی رواہ مسلم مشکوٰۃ انصاری صفحہ ۳۲۸ ترجمہ عقبہ بن عامر سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا فرماتے تھے کہ جو شخص تیر اندازی سیکھ کر چھوڑ دے وہ ہم سے خارج ہے یا یہ فرمایا کہ وہ گنہگار ہوا روایت کیا اسکو مسلم نے ف ظاہر ہے کہ تیر اندازی کوئی عبادت مقصودہ فی الدین نہیں مگر چونکہ بوقت حاجت ایک واجب یعنی اعلاء کلمۃ اللہ کا مقدمہ ہے اس لئے اس کے ترک پر وعید فرمائی جو علامت ہے وجوب وقت الحاجت کی اس سے

تائید مقدمۂ وجوب تقلید شخصی

ثابت ہوا کہ مقدمہ واجب کا واجب ہوتا ہے اب دلیل مذکور پر دو شبہے وارد ہوسکتے ہیں ایک یہ کہ تقریر مذکور میں تصریح ہے کہ اکثر طبائع کی ایسی حالت ہے کہ بدون تقلید شخصی کے وہ مفاسد میں مبتلا ہو جاتے ہیں تو یہ وجوب بھی اُن ہی اکثر کے اعتبار سے ہونا چاہئے۔ عام فتویٰ وجوب کا کیوں دیا جاتا ہے۔ جواب اس شبہہ کا یہ ہے کہ یہ قاعدہ ہے کہ انتظامی احکام میں جو مفاسد سے بچانے کیلئے ہوں اعتبار اکثر ہی کا ہوتا ہے اور اکثر کی حالت پر نظر کرکے حکم عام دیا جاتا ہے اور یہی معنی ہیں فقہاء کے اس قول کے کہ جس امر میں عوام کو ایہام ہو وہ خواص کے حق میں بھی مکروہ ہو جاتا ہے اور اس قاعدہ کی تائید حدیث سے بھی ہوتی ہے حدیث عن جابر عن النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حین اتاہ عمر فقال انا نسمع احادیث من یہود تعجبنا افتری ان نکتب بعضہا فقال امتہوکون انتم کما تہوکت الیہود والنصاری الحدیث رواہ احمد والبیہقی فی شعب الایمان مشکوٰۃ انصاری صفحہ ۲۲ ترجمہ حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ حضرت عمرؓ نے حضور نبوی میں حاضر ہوکر عرض کیا کہ ہم لوگ یہود سے بہت سی ایسی باتیں سنتے ہیں جو اچھی معلوم ہوتی

ہیں کیا آپ اجازت دیتے ہیں کہ بعضی باتیں لکھ لیا کریں آپنے ارشاد فرمایا کہ کیا تم بھی یہود و نصاریٰ کی طرح اپنے دین میں متحیر ہونا چاہتے ہو روایت کیا اسکو احمد نے اور بیہقی نے شعب الایمان میں **ف** چونکہ ان مضامین کے لکھنے میں اکثر لوگوں کی خرابی کا اندیشہ تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے عام ممانعت فرمادی اور حضرت عمرؓ جیسے فہیم اور صلب فی الدین شخص کو بھی اجازت نہ دی اس سے معلوم ہوا کہ جس امر میں فتنۂ عامہ ہو اُس کی اجازت خواص کو بھی نہیں دیجاتی بشرطیکہ وہ امر ضروری فی الدین نہ ہو پس وہ شبہ مرتفع ہوگیا اور اسکی وجہ معلوم ہوگئی کہ خواص کو ترک تقلید شخصی کی اجازت کیوں نہیں دیجاتی اور وجوب کو سب کے حق میں عام کہا جاتا

حدیث دیگر عن شقیق قال کان عبداللہ بن مسعودؓ یذکر الناس فی کل خمیس فقال لہ رجل یا ابا عبدالرحمن لوددت انک ذکرتنا فی کل یوم قال اما انہ یمنعنی من ذلک انی اکرہ ان املکم وانی اتخولکم بالموعظۃ کما کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم یتخولنا بہا مخافۃ السأمۃ علینا متفق علیہ مشکوٰۃ انصاری صفحہ ۲۵ ترجمہ شقیق سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ہر جمعرات کو ہمکو وعظ سناتے ایک شخص نے عرض کیا کہ ہمارا جی چاہتا ہے کہ آپ ہر روز وعظ فرمایا کریں آپنے فرمایا کہ مجکو یہ امر مانع ہے کہ میں پسند نہیں کرتا کہ تم اُکتا جاؤ اسلئے وقتاً فوقتاً وعظ سے خبر گیری کرتا رہتا ہوں جیسا رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم بھی ہم لوگوں کے اُکتا جانے کے اندیشہ سے وقتاً فوقتاً (یعنی کبھی ناغہ کرکے) وعظ سے خبر گیری فرمایا کرتے تھے روایت کیا اسکو بخاری و مسلم نے **ف** ظاہر ہے کہ سننے والوں میں سب تو اُکتانیوالے تھے ہی نہیں چنانچہ خود سائل کا شوق سوال سے معلوم ہوتا ہے لیکن اکثر طبائع کی حالت کا اعتبار کرکے آپنے سب کے ساتھ ایک ہی معاملہ کیا اور یہی عادت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیان کی۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کے عمل سے اس قاعدہ کا ثبوت ہوگیا اور روایات کثیرہ میں احکام کثیرہ کا اس قاعدہ پر مبنی ہونا وارد ہے پس یہ شبہ مذکورہ رفع ہوگیا۔ دوسرا شبہ جو محض لا شئے ہے یہ ہے کہ اس دلیل مذکور کا ایک مقدمہ یعنی امور خمسہ مذکورہ کا واجب ہونا بلاشک حدیث سے ثابت ہے لیکن ایک مقدمہ یعنی تقلید شخصی کے ترک سے ان امور میں خلل پڑنا یہ صرف تجربہ و مشاہدہ ہے حدیث میں نہیں آیا جب صرف ایک مقدمہ حدیث میں ہے دوسرا حدیث میں نہیں پھر دعویٰ کیسے حدیث سے ثابت ہوا اسکا جواب یہ ہے کہ اسی دعوی کی کیا خصوصیت ہے یہ قصہ تو تمام شرعی دعوؤں میں ہے مثلاً ایک شخص کی عمر بیس پچیس برس کی ہے اسپر تمام علماء و عقلاء نماز کو فرض کہتے ہیں اور اگر کسی سے دلیل پوچھی جاوے تو یہی کہا جاویگا کہ صاحب قرآن و حدیث کی رو سے

اس پر نماز فرض ہے حالانکہ قرآن و حدیث میں اس دلیل کا صرف ایک مقدمہ آیا ہے کہ بالغ پر نماز فرض ہے
رہا دوسرا مقدمہ کہ زید بالغ ہے یہ نہ قرآن میں ہے نہ حدیث میں محض ایک واقعہ ہے جو مشاہدہ و معاینہ سے
ثابت ہے مگر پھر بھی یوں کوئی نہیں کہتا کہ جب ایک مقدمہ قرآن و حدیث سے ثابت نہیں تو اس شخص پر نماز کا فرض ہونا
قرآن و حدیث سے ثابت نہیں بات یہ ہے کہ قرآن و حدیث بیان احکام کلیہ کیلئے ہیں نہ بیان واقعات جزئیہ
کیلئے واقعات کا وجود ہمیشہ مشاہدہ ہی سے ثابت ہوتا ہے اور ان احکام کے وارد فی القرآن و الحدیث ہونے
سے اس دعوے کو ثابت بالقرآن والحدیث کہا جاتا ہے یہی تقریر شبہ مذکورہ کے جواب میں جاری کر لو اور
یہ اوپر طے ہو چکا ہے کہ یہ وجوب بالغیر ہے بالذات نہیں پس بحمد اللہ کسی قسم کا خدشہ باقی نہیں رہا اور بلا
غبار حدیث سے تقلید شخصی کا وجوب ثابت ہو گیا رہا یہ امر کہ مذہب اربعہ ہی کی کیا تخصیص ہے مجتہد تو
بہت گذرے ہیں جن کے اسماء و اقوال جابجا کتابوں میں پائے جاتے ہیں پھر ان اربعہ میں سے تم نے مذہب
حنفی ہی کو کیوں اختیار کیا ہے اسکا جواب یہ ہے کہ جب اوپر ثابت ہو گیا کہ تقلید شخصی ضروری ہے اور مختلف
اقوال لینا متضمن مفاسد ہے تو ضرور ہوا کہ ایسے مجتہد کی تقلید کیجاوے جس کا مذہب اصولاً و فروعاً ایسا مدون و
منضبط ہو کہ قریب قریب سب سوالات کا جواب اس میں جزئیاً یا کلیاً مل سکے تاکہ دوسرے اقوال کیطرف
رجوع نکرنا پڑے اور یہ امر منجانب اللہ ہے کہ یہ صفت بجز مذاہب اربعہ کے کسی مذہب کو حاصل نہیں تو ضرور
ہوا کہ ان ہی میں سے کسی مذہب کو اختیار کیا جاوے کیونکہ مذہب خامس کو اختیار کریں پھر وہی خرابی عود کریگی
کہ جن سوالات کا جواب اسمیں نہ ملیگا اس کیلئے دوسرے مذہب کیطرف رجوع کرنا پڑیگا تو نفس کو پھر مطلق العنانی
کی عادت پڑیگی جسکا فساد اوپر مذکور ہو چکا ہے یہ وجہ ہے انحصار کی مذاہب اربعہ میں اور اسی بنا پر مدت سے اکثر
جمہور علماء امت کا یہی تعامل اور توارث چلا آرہا ہے حتیٰ کہ بعض علماء نے ان مذاہب اربعہ میں اہل سنت و جماعت کے
منحصر ہونے پر اجماع نقل کیا ہے رہا یہ امر کہ اور مذاہب اسطرح سے کیوں نہیں مدون ہوئے اسکے اسباب کی تحقیق
اس مقام میں ضروری نہیں خواہ اسکے کچھ ہی اسباب ہوئے ہوں مگر ہم جب ایسے وقت میں موجود ہیں کہ ہم سے
پہلے بلا ہمارے کسی فعل اختیاری کے اور مذاہب غیر مدون ہونیکی حالت میں ہیں اور یہ مذاہب اربعہ مدون ہیں ہمارے
لئے انحصار ثابت ہو گیا رہی دوسری بات کہ تمنے مذہب حنفی ہی کو کیوں اختیار کر رکھا ہے اس کا جواب یہ ہے
کہ ہم ایسے مقام پر ہیں جہاں پہلے ہی سے بلا ہمارے اکتساب کے امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ ہی کا مذہب شائع ہے اور اسی
مذہب کے علماء اور کتابیں موجود ہیں اگر ہم دوسرا مذہب اختیار کرتے تو واقعات کے احکام کا معلوم ہونا مشکل ہوتا

کیونکہ علماء بوجہ تحصیل وکثرت اشتغال ومزاولت جس درجہ اپنے مذہب سے واقف اور ماہر ہیں دوسرے مذہب پر اسقدر نظر وسیع ودقیق نہیں رکھ سکتے گو کتب کا مطالعہ ممکن ہی چنانچہ اہل علم پر یہ امر بالکل بدیہی ظاہر ہی رہا یہ کہ جہاں سب مذاہب شائع ہیں وہاں یہ کلفت بھی نہیں وہاں جاکر تم حنفی کیوں بنے رہتے ہو اسکا جواب یہ ہی کہ چونکہ پہلے سے بوجہ ضرورت مذکورہ اس مذہب پر عمل کررہے ہیں اب دوسرا مذہب اختیار کرنے میں اسی تقلید شخصی کا ترک لازم آتا ہے جسکی خرابیوں کا بیان ہوچکا ہے رہا یہ کہ ایسے مقام پر پہنچنے کے بعد اب اس دوسرے ہی مذہب کی تقلید شخصی اختیار کرلی جایا کرے کہ سب واقعات میں اسی پر عمل ہوا کرے اور پہلا مذہب بالکلیہ چھوڑ دیا جاوے اسکا جواب یہ ہی کہ آخر ترک کرنیکی تو کوئی وجہ متعین ہونا چاہیے جس شخص کو قوت اجتہادیہ نہو اور اسی کے باب میں کلام ہورہا ہے وہ ترجیح کے وجوہ تو سمجھ نہیں سکتا تو پھر یہ فعل محض ترجیح بلا مرجح ہوگا اور اگر کوئی تھوڑا بہت سمجھ بھی سکتا ہو تو اس کے ارتکاب میں دوسرے عوام کے لئے جو تبع ہیں خواہش نفسانی کی ترک تقلید شخصی کا باب مفتوح ہوتا ہے اور اوپر حدیث سے بیان ہوچکا ہے کہ جو امر عوام کے لئے باعث فساد ہو اس سے خواص کو بھی روکا جاتا ہے اور یہی مبنی ہی علماء کے اس قول کا کہ انتقال عن المذہب ممنوع ہے رہا یہ کہ جو شخص آج ہی اسلام قبول کرے یا عدم تقلید چھوڑکر تقلید اختیار کرے تو اس کے لئے مذہب حنفی کی ترجیح کی کیا وجہ ہے اسکا جواب یہ ہے کہ اگر وہ شخص ایسی جگہ ہی کہ جہاں مذہب حنفی ہی شائع ہے تب تو اسکے لئے یہی امر مرجح ہی جیسا اوپر بیان ہوا اور اگر وہ ایسے مقام پر ہے جہاں چند مذاہب شائع ہیں تو اسکے لئے دعوی ترجیح مذہب حنفی کا نہیں کیا جاتا بلکہ وہ علی التساوی مختار ہے جس مذہب کو اسکا قلب قبول کرے اسکو اختیار کرے مگر پھر اسی کا پابند رہے البتہ اگر کسی ایک مذہب معین کا مقلد ایسی جگہ پہنچے جہاں اس مذہب کا کوئی عالم نہو اور یہ شخص خود بھی عالم نہیں ہے اور اسکو کوئی مسئلہ پیش آوے چونکہ یہاں اپنے مذہب پر عمل ممکن نہیں اور نہ دوسرے مذہب پر عمل کرنے میں کوئی خرابی لازم ہے ایسے شخص کو جائز بلکہ واجب ہے کہ مذاہب اربعہ میں سے جو مذہب وہاں شائع ہو علماء سے دریافت کرکے اسی پر عمل کرے ایسے شخص کے لئے بقدر عذر کو مذہب سابق کی تقلید شخصی کو واجب نہیں کہا جاوے گا لیکن ایسی صورت شاذ ونادر واقع ہوگی ورنہ اکثر حالات میں تو اس کے وجوب ہی کا حکم محفوظ ہی اب بفضلہ تعالی اس مقصد کے متعلق کوئی خدشہ موجب وسوسہ نہیں رہا

مقصد ششم بعض شبہات کثیرة العروض کا جواب

شبہ اول قرآن مجید کی اس آیت میں ظن وقیاس کی مذمت آئی ہے ان الظن لا یغنی

بیان منع انتقال عن المذہب

[illegible]

من الحق شیئا یعنی ظن افادہ حق میں بالکل بھی کافی نہیں اور مجوزین قیاس خود قیاس کو ظنی کہتے ہیں **جواب** ظن سے مراد مطلق ظن نہیں ہے ورنہ اولاً یہ آیت اُن احادیث کے معارض ہوگی جن سے قیاس کا جواز ثابت ہے۔ اور مقصد اول میں لکھی گئیں۔ ثانیاً اکثر احادیث اخبار احاد ہیں اور اخبار احاد مفید ظن ہوتی ہیں اور بعض احادیث جو متواتر ہیں ان میں بھی اکثر محتمل وجوہ متعددہ ہیں اُن میں سے ایک کی تعیین و ترجیح خود ظنی ہوگی تو لازم آویگا کہ نعوذ باللہ حدیث پر بھی عمل جائز نہ رہے اور دونوں امر باطل ہیں پس ظن سے مراد مطلق ظن نہیں ہے بلکہ مراد آیت میں ظن سے زعم بلا دلیل ہے چنانچہ ایک مقام پر ارشاد ہے وقالوا ما ہی الا حیاتنا الدنیا نموت ونحیا وما یہلکنا الا الدہر وما لہم بذلک من علم ان ہم الا یظنون **ترجمہ** اور کفار نے کہا کہ ہماری صرف یہی دنیا کی حیات ہے ہم میں کوئی مرتا ہے کوئی پیدا ہوتا ہے اور ہمکو تو صرف زمانہ ہلاک کرتا ہے حالانکہ ان کے پاس اسکی کوئی دلیل نہیں صرف اُنکا ظن ہی ظن ہے اور یقینی بات ہے کہ کفار کے پاس اس عقیدہ میں کہ دہر فاعل ہے دلیل ظنی اصطلاحی نہ تھی بلکہ محض انکا دعویٰ بلا دلیل تھا۔ اسکو ظن فرمایا اسی طرح اوپر کی آیت میں مراد ہے

شبہ دوم قرآن کی اس آیت میں تقلید کی مذمت آئی ہے واذا قیل لہم اتبعوا ما انزل اللہ قالوا بل نتبع ما وجدنا علیہ آباءنا اولو کان آباؤہم لا یعقلون شیئا ولا یہتدون **ترجمہ** جب اُن کفار سے کہا جاتا ہے کہ پیروی کرو اُن احکام کی جو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمائے ہیں تو وہ جواب میں کہتے ہیں کہ نہیں ہم تو اسی طریق کی پیروی کریں گے جس پر ہمنے اپنے آباء واجداد کو پایا ہے (حق تعالیٰ بطور رد کے فرماتے ہیں) کیا ہر حالت میں اپنے آباء واجداد ہی کی پیروی کرتے رہیں گے گو ان کے آباء واجداد نہ کچھ دین کو سمجھتے ہوں نہ حق کی راہ پاتے ہوں آہ پس معلوم ہوا کہ قرآن و حدیث کے ہوتے ہوئے اپنے بزرگوں کے طریقہ پر چلنا برا ہے اسی طرح دوسری آیت میں ارشاد ہوا کہ جب تم میں نزاع ہو تو اللہ اور رسول کی طرف رجوع کرو اس سے معلوم ہو کہ کسی امام و مجتہد کی طرف رجوع کرنا نہ چاہئے وہ آیت یہ ہے فان تنازعتم فی شیء فردوہ الی اللہ والرسول **جواب** اس آیت کے ترجمہ ہی سے معلوم ہو سکتا ہے کہ کفار کی تقلید سے اس تقلید مبحوث عنہ کو کوئی مناسبت نہیں تقلید کفار کی مذمت میں دو وجہ فرمائی گئیں اول یہ کہ وہ آیات واحکام کو رد کرتے اور کہتے ہیں کہ ہم اُن کو نہیں مانتے بلکہ اپنے بزرگوں کا اتباع کرتے ہیں دوسرے یہ کہ اُن کے وہ بزرگ عقل دین و ہدایت سے خالی تھے سو اس تقلید میں یہ دونوں وجہ موجود نہیں نہ تو کوئی مقلد یہ کہتا ہے کہ ہم آیات واحادیث کو نہیں مانتے بلکہ یہ کہتے ہیں کہ دین ہمارا آیت وحدیث ہی ہے

مگر میں بے علم یا کم علم یا ملکۂ اجتہاد و قوت استنباط سے عاری ہوں اور فلاں عالم یا امام پر حسن ظن اور اعتقاد
رکھتا ہوں کہ وہ آیات و احادیث کے الفاظ اور معانی کا خوب احاطہ کئے ہوئے تھے تو انہوں نے جو
اسکا مطلب سمجھا وہ میرے نزدیک صحیح اور راجح ہے لہذا میں عمل تو حدیث ہی پر کرتا ہوں مگر ان کی بتلائے ہوئے
موافق اسی لئے علماء نے تصریح کی ہے کہ قیاس مظہر احکام ہے نہ مثبت احکام اور یہ مضمون کبھی کافی عبارت
میں ادا کرتا ہے کبھی مجمل عبارت میں مگر مقصود یہی ہوتا ہے غرض کوئی مقلد قرآن و حدیث کو رد نہیں کرتا
اور جس کی تقلید کرتا ہے نہ وہ علم و ہدایت سے معرا تھے جیسا تواتر سے انکا عاقل اور مہتدی ہونا ثابت ہے
پس جب اس تقلید میں دونوں وجہ نہیں پائی جاتیں پس اس تقلید کی مذمت آیت سے ثابت نہ ہوئی اور
او مطلق تقلید مراد کیسے ہو سکتی ہے کیونکہ اس تقریر پر آیت کا معارضہ لازم آویگا ان احادیث کے ساتھ جو
مقصد اول میں جواز تقلید کے باب میں گذر چکی ہیں اور تقریر بالا سے کہ قیاس مظہر احکام ہے نہ کہ مثبت احکام
یہ بھی معلوم ہو گیا کہ قیاس پر عمل کرنا عین رجوع کرنا ہے اللہ اور رسول ؐ کی طرف اور انکی مخالفت نہیں

ف معنی آیت فان تنازعتم فی شیء الخ

شبہ سوم احادیث میں دین کے اندر رائے لگانے کی مذمت آئی ہے اور رائے عین قیاس ہے پس قیاس
ناجائز ہوا **جواب** رائے سے مراد مطلق رائے نہیں ورنہ ان احادیث سے معارضہ لازم آویگا جو مقصد اول
میں اثبات جواز قیاس میں گذر چکی ہیں بلکہ وہ رائے مراد ہے جو کسی دلیل شرعی کی طرف مستند نہ ہو محض تخمین عقلی
ہو جیسا کہ اس حدیث میں مذکور ہے **حدیث** عن علیؓ انہ قال لو کان الدین بالرای لکان اسفل الخف
اولی بالمسح من اعلاہ ولکن رایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یمسح اعلاہ اخرجہ ابوداود تیسیر کلکتہ صـ ۲۹۱
کتاب الطہارۃ باب سادس ترجمہ حضرت علیؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ اگر دین کا مدار رائے پر ہوتا تو
موزہ کے نیچے کیجانب بہ نسبت اوپر کی جانب کے مسح کی زیادہ مستحق تھی لیکن میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
کو اوپر کی جانب مسح کرتے دیکھا ہے روایت کیا اسکو ابوداود نے اھ بخلاف رائے مجتہدین کے وہ دلیل شرعی
کی طرف مستند ہوتی ہے اور خود صحابہؓ سے اس رائے کا استعمال قولاً و فعلاً ثابت ہے چنانچہ مقصد سوم

ف جواب شبہ منع حدیث از قیاس

کی حدیث پنجم میں حضرت عمرؓ کا یہ قول انی اری ان تامر بجمع القرآن اور حضرت ابوبکرؓ کا یہ قول
رایت فی ذلک الذی رای مع ترجمہ گذر چکا ہے جس سے استعمال قولی و فعلی دونوں ظاہر ہیں کہ رائے کو
اپنی طرف زبان سے بھی منسوب فرمایا اور اس رائے کے مقتضے پر کہ جمع قرآن ہی عمل بھی فرمایا **شبہ چہارم**
قیاس کی مذمت میں بعض سلف کا قول ہے اول من قاس ابلیس یعنی اول جس نے قیاس کیا وہ ابلیس تھا

ف جواب شبہ ذم سلف قیاس را

اس سے معلوم ہوا کہ دین میں قیاس کرنا حرام ہے **جواب**۔ قیاس سے مراد مطلق قیاس نہیں ہے ورنہ احادیث مجوزۂ قیاس کے ساتھ جو مقصد اول میں مذکور ہو چکیں معارضہ لازم آویگا بلکہ ویسا ہی قیاس مراد ہے جیسا اس واقعہ میں ابلیس نے کیا تھا یعنی نص قطعی الثبوت قطعی الدلالۃ کو قیاس سے رد کردیا سو ایسا قیاس بلاشبہ حرام بلکہ کفر ہے بخلاف قیاس مجتہدین کے کہ توضیح معانی نصوص کے لئے ہوتا ہے۔

شبہ پنجم۔ ائمہ مجتہدین نے خود فرمایا ہے کہ ہمارے قول پر عمل درست نہیں جبتک کہ اسکی دلیل معلوم نہ ہو پس جن کی تقلید کیجاتی ہے جو خود وہ ہی تقلید سے منع کرتے ہیں **جواب** مجتہدین کے اس قول کے مخاطب وہ لوگ نہیں ہیں جن کو قوۃ اجتہادیہ حاصل نہ ہو ورنہ اُنکا یہ قول اوّلاً احادیث مجوزہ تقلید کے معارض ہوگا جو مقصد اول میں گذر چکی ہیں ثانیاً خود اُن کے فعل اور دوسرے اقوال کے معارض ہوگا فعل سے تو اس لئے کہ کہیں منقول نہیں کہ مجتہدین ہر شخص کے سوال کے جواب کے ساتھ دلائل بھی بیان کرتے ہوں اسی طرح اُن کے فتاوے جو خود ان کے مدون کئے ہوئے ہیں اُن میں بھی التزام نقل دلائل کا نہیں کیا جیسے جامع صغیر وغیرہ اور ظاہر ہے کہ جواب زبانی ہو یا کتاب میں مدون ہو عمل ہی کی غرض سے ہوتا ہے تو اُنکا یہ فعل خود مجوز تقلید ہے اور قول سے اسلئے کہ ہدایہ اولین وغیرہا میں امام ابو یوسفؒ سے منقول ہے کہ اگر کوئی شخص روزہ میں خون نکلوادے اور وہ اس حدیث کو سنکر افطر الحاجم والمحجوم یعنی پچھنے لگانیوالا اور جس کے پچھنے لگائے گئے ہیں دونوں کا روزہ گیا یہ سمجھ جاوے کہ روزہ تو جاتا ہی رہا اور پھر بقصد کھا پی لے تو اسپر کفارہ لازم آویگا اور دلیل ابو یوسفؒ نے یہ فرمایا ہے لان علی العامی الاقتداء بالفقہاء لعدم الاهتداء فی حقہ الی معرفۃ الاحادیث ہدایہ صفحہ ۲۰۶ یعنی عامی پر واجب ہے کہ فقہاء کا اقتداء کرے کیونکہ اُس کو احادیث کی معرفت نہیں ہو سکتی فقط اس قول سے صاف معلوم ہوا کہ قول سابق مجتہدین کے مخاطب وہ لوگ نہیں ہیں جنکو قوت اجتہادیہ حاصل نہ ہو بلکہ وہ لوگ مخاطب ہیں جو قوت اجتہادیہ رکھتے ہیں چنانچہ خود اس قول میں تامل کرنے سے یہ قید معلوم ہو سکتی ہے کیونکہ یہ کہنا کہ جبتک دلیل معلوم نہ ہو خود دال ہے اسپر کہ ایسے شخص کو کہہ رہے ہیں جس کو معرفت دلیل پر قدرت ہو اور غیر صاحب قوۃ اجتہادیہ کو گو سماع دلیل ممکن ہے مگر معرفت حاصل نہیں پس جس کو قدرت معرفت ہی نہ ہو اس کو معرفت دلیل کا امر کرنا تکلیف مالا یطاق ہے جو عقلاً و شرعاً باطل ہے پس واضح ہو گیا کہ یہ خطاب صرف صاحب اجتہاد کو ہے نہ غیر مجتہد کو۔ **شبہ ششم** رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہؓ اور تابعین کے زمانہ میں

تقلید نہ تھی اسلئے بدعت ہوئی **جواب** مقصد اول میں ثابت ہوچکا ہے کہ ان قرون میں بھی تقلید شائع تھی اور اگر یہ مراد ہے کہ ان خصوصیات کیساتھ نہ تھی تو جواب یہ ہے کہ جب یہ خصوصیات کلیات شرعیہ میں داخل ہیں جیسا مقصد پنجم میں بیان ہوا ہے تو وہ بھی بدعت نہیں ورنہ لازم آویگا کہ تدوین حدیث وکتابت قرآن مع الترتیب بھی بدعت ہو اور ظاہر نظر میں اولاً یہی شبہ ہوا تھا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو قرآن جمع کرنے میں پھر وہ نورانیت قلب سے رفع ہوگیا جیسا مقصد سوم کی حدیث پنجم میں مفصل قصہ گذر چکا یہی حال خصوصیات تقلید کا سمجھو **شبہ ہفتم** تقلید شخصی کا وجوب کہیں قرآن وحدیث میں نہیں آیا اسلئے یہ بدعت ہوئی **جواب** مقصد پنجم میں اس کے وجوب کے معنی اور حدیث سے اس کا ثبوت وجوب مع جواب دیگر شبہات متعلقہ کے گذر چکے ہیں **شبہ ہشتم** اگر تقلید شخصی واجب ہے تو سلف ائمہ مجتہدین سے پہلے اس واجب کے تارک کیوں تھے **جواب**۔ چونکہ اس کا وجوب بالغیر ہے جس کا حاصل موقوف ہونا ہے بعض واجبات مقصودہ کا اسپر تو مدار وجوب کا یہ توقف ہوگا چونکہ سلف میں سلامت صدر وطہارت قلب وتورع وتدین وتقوی کی وجہ سے وہ واجبات تقلید شخصی پر موقوف نہ تھے لہذا ان پر تقلید شخصی واجب نہ تھی صرف جائز تھی۔ اور یہی محمل ہے بعض عبارات کتب کا در بارہ عدم وجوب تقلید شخصی کے یعنی وہ مقید ہے عدم خوف فتنہ کے ساتھ اور اس زمانہ میں وہ واجبات اس پر موقوف ہیں لہذا واجب ہوگئی اور یہ قسم واجب کی اہل زمانہ کے حالات کے تغیر وتبدل سے متغیر ہوسکتی ہے بخلاف احکام مقصودہ کے کہ زمانہ کے بدلنے سے اس میں تبدل کا اعتقاد الحاد ہے جیسا بہت لوگ آجکل اس میں مبتلا ہیں اس کی ایک نظیر یہ بھی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے زمانہ مبارک میں صحابہؓ کو گوشہ نشینی اور اختلاط خلق کو ترک کرنے سے منع فرمایا اور پھر خود ہی ارشاد فرمایا کہ عنقریب ایسا زمانہ آویگا جس میں عزلت ضروری ہو جاوےگی چنانچہ دونوں مضمون کتب حدیث میں مصرح ہیں اس سے صاف معلوم ہوا کہ یہ ممکن ہے کہ ایک امر ایک وقت میں واجب نہ ہو بلکہ جائز بھی نہ ہو اور دوسرے زمانہ میں کسی عارضی وجہ سے واجب ہو جاوے پس اگر تقلید شخصی بھی زمانہ سابقہ میں واجب نہ ہو اور زمانہ متاخر میں واجب ہو جاوے تو کیا بعید اور عجیب ہے **شبہ نہم** اجتہاد کوئی نبوت نہیں جو ختم ہوگئی ہو ہم بھی اجتہاد کرسکتے ہیں اور مجتہد کو سب کے نزدیک تقلید دوسرے مجتہد کی ناجائز ہے **جواب** قوۃ اجتہادیہ کا پایا جانا عقلاً یا شرعاً ممتنع ومحال تو نہیں ہے لیکن مدت ہوئی کہ یہ قوۃ مفقود ہے اور اسکا امتحان بہت سہل ہے

ف جواب شبہ بدعت بودن تقلید شخصی

ف جواب شبہ تقلید شخصی نبودن در سلف

ف توجیہ بعض عبارات دالہ بر عدم وجوب تقلید شخصی

ف جواب شبہ عدم انقطاع اجتہاد

فقہ کی کسی ایسی کتاب سے جس میں دلائل مذکور نہوں کیفما اتفق مختلف ابواب کے تنو سوالات فرعیہ جو قرآن و
حدیث میں منصوص نہ ہوں لے جاویں اور کوئی صاحب علم اپنے اجتہاد مزعوم سے اُنکے جواب قرآن وحدیث
سے مستنبط کریں اور جن اصول پر استنباط کریں ان کو بھی قرآن وحدیث کی عبارت یا اشارت یا دلیل عقلی
شافی سے ثابت کریں جب یہ جواب مکمل ہوجاویں پھر فقہائے کے جوابات اور اُن کے ادلہ سے موازنہ کرکے
انصاف کریں اسوقت اپنے فہم کا مبلغ اور ان کے فہم کی قدر انشاءاللہ تعالیٰ اس طرح واضح ہو جاویگی کہ پھر اجتہاد
کا دعویٰ زبان پر نہ آویگا چنانچہ مبصرین کو محقق ہوگیا کہ بعد چار صدی کے یہ قوۃ مفقود ہوگئی اسکی نظیر یہ ہے
کہ محدثین سابقین کو جس درجہ کا حافظہ اللہ تعالیٰ نے عطا فرمایا تھا وہ اب نہیں دیکھا جاتا پھر جیسا قوۃ حافظہ
نبوۃ نہیں مگر ختم ہوگئی اسی طرح قوت اجتہادیہ نبوۃ نہیں مگر ختم ہوگئی اور مراد اس سے اس مرتبہ خاصہ کی
نفی ہے جو مجتہدین مشہورین کو عطا ہوا تھا جس سے عامہ حوادث میں استنباط احکام کر لیتے تھے اور مستقل
طور پر اصول ممہد کر سکتے تھے اور ایک دو مسئلوں میں دلائل کا موازنہ کرکے ایک شق کو ترجیح دے لینا یا کسی
مسئلہ مسکوت عنہ کو اصول مقررہ مدونہ میں مندرج کرکے حکم سمجھ لینا نہ اسکی نفی مقصود ہے اور نہ اس سے
کوئی علی الاطلاق مجتہد یا قابل تقلید ہو سکتا ہے۔ اس کے علاوہ یہ بات مشاہدہ کیجاتی ہے کہ اسوقت
قلوب میں نہ وہ خشیت ہے نہ احتیاط ہے اگر کسی میں یہ قوۃ مذکورہ مان بھی لیجاوے جب بھی اجتہاد کی
اجازت دینے میں بیباک لوگوں کو جرأت دلانا ہے کہ دین میں جو چاہیں گے کہدیا کریں گے اور اب تو
بخوف فضیحت مخالفت کتب سے مسئلہ دیکھنے میں اور بتانے میں خوب احتیاط و اہتمام کرتے ہیں **شبہ ۱۰**
فہم قرآن وحدیث بہت آسان ہے چنانچہ ارشاد ہے ولقد یسرنا القرآن للذکر فہل من مدکر ہر شخص سمجھ
سکتا ہے اور اب تو اردو ترجمے ہوگئے ہیں کسی کو بھی دشوار نہیں رہا پھر کیوں تقلید کی جاوے خود دیکھکر
عمل کر لینا کافی ہے **جواب** مقصد سوم میں بحث قوۃ اجتہادیہ میں جو حدیثیں لکھی گئی ہیں ان میں کی اول
حدیث سے ثابت ہوچکا ہے کہ قرآن مجید میں کچھ معانی ظاہر ہیں اور کچھ دقیق و خفی ہیں پس آیت بالا میں
قرآن کو ان معانی ظاہرہ کے اعتبار سے آسان فرمایا ہے اور اجتہاد کرنے کے لئے معانی دقیقہ خفیہ کے
جاننے کی ضرورت ہے۔ مقصد سوم کو بتمامہ دیکھ لینے سے معلوم ہوجاویگا کہ ان معانی تک سمجھنے کیلئے
کس درجہ کے فہم کی حاجت ہے **شبہ یازدہم** حدیث میں ہے الدین یسر یعنی دین آسان ہے اور
تقلید شخصی میں بوجہ پابندی کے دشواری ہے پس تقلید شخصی خلاف دین ہے **جواب** دین کے آسان

ہونے کے یہ معنی نہیں کہ اس میں نفس کو بھی ناگواری وگرانی نہیں ہوتی ورنہ آیت وانہا لکبیرۃ الا علی الخاشعین اور حدیث حفت الجنۃ بالمکارہ کے کیا معنی ہوں گے اور یہ تو مشاہدہ کے خلاف ہے کیا گرمیوں کے روزہ میں دشواری نہیں ہوتی کیا سردیوں کے وضو میں نفس کو مشقت نہیں ہوتی کیا ناتمام نیند سے جگ کر نماز پڑھنا مشکل نہیں بلکہ مطلب اس کا یہ ہے کہ دین میں کوئی ایسا حکم نہیں مقرر کیا گیا جو انسان کی قدرت عادیہ سے خارج ہو جیسا دوسری آیت میں فرمایا ہے لایکلف اللہ نفسا الا وسعہا۔ سو تقلید شخصی بھی اس اعتبار سے آسان ہے اس لئے خلاف دین نہیں اور رہا وجوب اس کا مقصد پنجم میں مستقل طور سے ثابت کر دیا گیا ہے پھر خلاف دین ہونیکا کیا احتمال ہے **شبہ دوازدہم** اگر تقلید ہی کرنا ہے تو حضرت ابوبکر رض و حضرت عمر رض اور دوسرے صحابہ رض زیادہ مستحق ہیں سب کو چھوڑ کر ائمہ اربعہ پر کہاں جا پہنچے۔ **جواب** مقصد پنجم میں ثابت ہو چکا ہے کہ تقلید کے لئے اس مجتہد کے مذہب کا مدون ہونا ضرور ہے اور حضرات صحابہ رض میں کسی کا مذہب مدون نہیں اس لئے معذوری ہے البتہ ائمہ کے واسطے سے انکا اتباع بھی ہو رہا ہے **شبہ سیزدہم** جو مسائل قرآن و حدیث میں منصوص ہیں انمیں تقلید کرنا کیا ضرور ہے **جواب** ایسے مسائل تین قسم کے ہیں اول وہ جن میں نصوص متعارض ہیں دوم وہ جن میں نصوص متعارض نہیں مگر وجوہ ومعانی متعددہ کو محتمل ہوں۔ گو اختلاف نظر سے کوئی معنی قریب کوئی بعید معلوم ہوتے ہوں تیسرے وہ جن میں تعارض بھی نہو اور ان میں ایک ہی معنی ہوسکتے ہوں پس قسم اول میں رفع تعارض کے لئے مجتہد کو اجتہاد کی اور غیر مجتہد کو تقلید کی ضرورت ہوگی قسم ثانی ظنی الدلالۃ کہلاتی ہے اس میں تعیین احد الاحتمالات کیلئے اجتہاد و تقلید کی حاجت ہوگی قسم ثالث قطعی الدلالۃ کہلاتی ہے اس میں ہم بھی نہ اجتہاد کو جائز کہتے ہیں نہ اس اجتہاد کی تقلید کو **شبہ چہاردہم** بعض مسائل حدیث کے خلاف ہیں ان میں کیوں تقلید کرتے ہو **جواب** کسی مسئلہ کی نسبت یہ کہنا کہ حدیث کے مخالف ہے موقوف ہے تین امر پر **امر اول** اس مسئلہ کی مراد صحیح معلوم ہو دوسری اس کی دلیل پر اطلاع ہو تیسری وجہ استدلال کا علم ہو کیونکہ اگر ان تینوں امروں میں سے ایک بھی مخفی رہیگا مخالفت کا حکم غلط ہوگا مثلاً امام صاحب رح کا قول مشہور ہے کہ نماز استسقاء سنت نہیں اور ظاہر اس قول کا حدیث کے خلاف معلوم ہوتا ہے کیونکہ احادیث میں نماز استسقاء پڑھنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وارد ہے لیکن مقصود اس قول سے یہ ہے کہ نماز استسقاء سنت

جواب شبہ دوازدہم تقلید صحابہ

جواب شبہ سیزدہم تقلید در نصوص

جواب شبہ چہاردہم مخالفت بعض مسائل با حدیث

ہو کرده نہیں چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے گاہے نماز پڑھ کر دعا باران کی فرمائی کبھی بلا نماز دعا فرمادی جیسا بخاری میں حدیث ہے عن انس قال بینما النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یخطب یوم الجمعۃ اذ قام رجل فقال یا رسول اللہ ہلک الکراع وہلک الشاء فادع اللہ ان یسقینا فمد یدیہ ودعا۔ جلد اول صفحہ ۱۲۷ ترجمہ حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جمعہ کے روز خطبہ پڑھ رہے تھے کہ ایک شخص نے کھڑے ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ گھوڑے اور بکریاں سب ہلاک ہو گئے اللہ تعالیٰ سے دعا فرمایئے کہ بارش فرمادیں آپ نے دونوں ہاتھ دراز کر کے دعا فرمائی فقط چنانچہ امام صاحب کی یہ مراد ہونا۔ ہدایہ کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے قلنا فعلہ مرۃ وترکہ اخری فلم یکن سنۃ اولین صفحہ ۶۵ بس بعد وضوح مراد صحیح کے شبہ مخالفت کا نہ ہوگا اسی طرح اگر دلیل خفی رہے مثلاً ایک مسئلہ میں مختلف احادیث آئی ہیں کسی نے ایک حدیث کو دیکھ کر مخالفت کا حکم کر دیا حالانکہ مجتہد نے دوسری حدیث سے استدلال کیا ہے اور اس حدیث میں تاویل کی ہے جیسے مسئلہ قرأت فاتحہ خلف الامام میں احادیث مختلف ہیں یا ایک ہی حدیث محتمل وجوہ مختلفہ کو ہو مجتہد نے بعض وجوہ کو قوۃ اجتہادیہ سے راجح سمجھ کر اس سے استدلال کیا ہے اور اس کے اعتبار سے مخالفت نہیں ہے جیسے حدیث میں ہے جو نماز میں تمہارے سامنے سے گذرے اس سے قتل و قتال کرو اس میں دو احتمال ہیں کہ یہ حقیقت پہ محمول ہے یا دوسرے دلائل کلیہ کی وجہ سے زجر و سیاست پر محمول ہے اگر ایک مجتہد نے وجہ ثانی پر محمول کر لیا تو حدیث کی مخالفت کہاں رہی کیونکہ اس کا عمل حدیث ہی کی ایک وجہ پہ ہوا اسی طرح اگر طریق استدلال خفی رہا تب بھی حکم مخالفت کا غلط ہوگا جیسے امام صاحب کا قول ہے کہ رضاعت کی مدت اڑھائی سال ہے اور دلیل ہیں آیت وحملہ وفصالہ مشہور ہے مگر تقریر استدلال جو مشہور ہے نہایت ہی مخدوش ہے مدارک میں امام صاحب سے حملہ کی تفسیر بالاکف کیساتھ نقل کی ہے جس سے وہ سب خدشات رفع ہو جاتے ہیں پس معنی آیت کے یہ ہونگے کہ بعد وضع حمل کے اس بچہ کو ہاتھوں میں لینا گود میں لئے پھرنا اور اس کا دودھ چھوڑانا یہ تیس ماہ ہوتا ہے اب بلا تکلف دعویٰ ثابت ہو گیا حاصل یہ کہ یہ حکم مخالفت کرنا ایسے شخص کا کام ہے جو روایات میں متبحر ہو درایت میں حاذق و مبصر ہو اور جس شخص میں بعض صفات ہوں بعض نہوں اسکا حکم مخالفت کرنا معتبر نہیں جیسا مقصد سوم میں ثابت ہو چکا ہے کہ ہر حافظ

حدیث کا مجتہد ہونا ضروری نہیں جس سے منصف کو یہ بھی معلوم ہو سکتا ہے کہ جب حفاظ حدیث کو وجوہ
استنباط کا پتہ نہیں لگتا تو آجکل جہلاء بیچارے اس کا احاطہ کب کر سکتے ہیں تو انکا کسیکو مخالف حدیث
بیدھڑک کہدینا کتنی بڑی بیباکی ہے اللہ تعالی اصلاح فرماویں چنانچہ ایسے جامع لوگوں نے جب کبھی کوئی قول
مخالف دلیل پایا فوراً ترک کر دیا جیسا مسئلہ حرمت مقدار قلیل مسکرات اور جواز مزارعت میں کتب حنفیہ
میں امام صاحب کے قول کا متروک کرنا مصرح ہے لیکن ایسے اقوال کی تعداد غالباً دس تک بھی نہ پہنچے چنانچہ
ایکبار احقر نے تفصیلاً تتبع کیا تو بجز پانچ چھ مسائل کے کہ انمیں تردد رہا ایک مسئلہ بھی حدیث کے مخالف نہیں
پایا گیا اور وجوہ انطباق کو ایک رسالہ کی صورتمیں ضبط بھی کیا تھا مگر اتفاق سے وہ تلف ہو گیا مگر ایسے مسائل
بھی مجتہد کی شان میں گستاخی کرنا حرام ہے کیونکہ انہوں نے قصداً اخلاف نہیں کیا خطائے اجتہادی ہو گئی جس میں
بنص حدیث ایک ثواب کا وعدہ ہے حدیث عن عمرو بن العاص انہ سمع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یقول
اذا حکم الحاکم فاجتہد فاصاب فلہ اجران واذا حکم ثم اجتہد ثم اخطاء فلہ اجر بخاری ج ۲ صفحہ ۱۰۹۲ ترجمہ عمرو بن
عاص سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ جب کوئی حکم کرنیوالا حکم کرے اور اجتہاد
میں مصیب ہو اسکو دو اجر ملتے ہیں اور اگر خطا ہو جاوے تو اس کو ایک اجر ملتا ہے روایت کیا اسکو بخاری نے اور
اگر کوئی کہے کہ دعوی و دلائل و وجہ استدلال سب کتب متداولہ میں موجود ہیں انکو دیکھکر توافق و تخالف
کا سمجھ لینا آسان ہے جواب یہ ہے کہ دعوی تو صاحب مذہب سے منقول ہے مگر تدوین احکام کیوقت ان حضرات
کی عادت نقل دلائل کی نہ تھی اسلئے دلائل ان سے منقول نہیں متاخرین نے اقناع کیلئے اپنی نظر و فہم کے موافق
کچھ لکھدئے ہیں پس اگر انمیں سے کوئی دلیل یا وجہ استدلال سخیف یا ضعیف ہو اس سے بطلان مدلول کا لازم نہیں آتا
چنانچہ کتب فن مناظرہ میں تصریح ہے دلیل کے بطلان سے بطلان مدلول لازم نہیں ممکن ہے مدعی کے پاس
کوئی دلیل صحیح ہو بالخصوص جبکہ دلیل منقوض خود مستدل سے بھی منقول نہو جیسا اوپر آیت وحملہ وفصالہ سے
استدلال کرنے میں گذرا پس مجتہد کیطرف سے تو یہ عذر ہے رہا مقلد سو اگر یہ حدیث جو بظاہر معارض معلوم ہوتی ہے
محتمل تاویل کو ہو تو اسپر قول مجتہد کا ترک واجب نہیں شبہ پانزدہم مجتہدین اور بھی بہت سے گذرے ہیں
ان ہی چار کی کیا تخصیص ہے جواب مقصد پنجم میں گذر چکا ہے کہ اوروں کا مذہب مدون نہیں اسلئے متعذر ہے
شبہ شانزدہم بعض نے اس انحصار فی المذاہب الاربعہ پر اجماع کا دعوی کیا ہے حالانکہ ہر زمانہ میں بعض
اہل علم انمیں مخالف رہے ہیں جواب یا تو مراد اجماع سے اتفاق اکثر امت کا ہے اور گو ایسا اجماع ظنی ہوگا مگر دعوی

ظنی کے اثبات کیلئے دلیل ظنی کافی ہی اور مخالفین کی مخالفت کو معتد بہ نہیں سمجھا گیا اور یہ مقصد نجم کی بحث اجماع میں گذر چکا ہے کہ ہر اختلاف قادح اجماع نہیں ہی علاوہ اسکے جب مقصد نجم میں انحصار دلائل سے ثابت ہو چکا ہی اگر اجماع نہ بھی ہو تو کیا ضرر ہی **شبہ** عدہم اگر تقلید شخصی واجب ہے تو عوام الناس جو امام ابو حنیفہ کو جانتے بھی نہیں وہ سب تارک اس واجب کے ہونگے کیونکہ اتباع بدون معرفت متحقق نہیں ہو سکتا جواب معرفت عام ہے خواہ تفصیلی ہو یا اجمالی سو بعض عوام گو تفصیلاً امام صاحب کو نہ جانتے ہوں اور اسی بنا پر بعض علماء نے قول بحر العامی لا مذہب لہ لیکن اجمالی معرفت اُنکو حاصل ہے جس عالم کا اتباع کرتے ہیں یہ سمجھکر کہ یہ اس مذہب کا متبع ہی جو یہاں شائع ہے چنانچہ اگر وہ مقتدا اُس مذہب کی تقلید چھوڑدے فوراً وہ عامی اس سے جدا ہو جاتا ہی پس مذہب خاص کا جاننا من وجہ صاحب مذہب کی معرفت ہے اتباع کیلئے یہ معرفت کافی ہے جیسا امیر المسلمین کی اطاعت جو موقوف ہے معرفت پر اسکے زمانہ میں واجب ہے مگر پھر بھی ہزارہا عوام باتفصیل اسکو نہ جانتے تھے اور راز اس میں یہ ہی کہ جو مقصود ہی اطاعت سے کہ تفریق کلمہ نہو وہ معرفت اجمالی سے حاصل ہی لہذا اسپر اکتفا کیا گیا اسیطرح چونکہ تقلید شخصی سے مقصود اصلی یہ ہے کہ اثارۂ فتنہ واتباع ہوا نہو اور وہ بدون معرفت تفصیلی بھی حاصل ہی لہذا معرفت اجمالی کافی ہے **شبہ** ششدہم حنفیہ کی دلائل اکثر احادیث ضعیفہ ہیں اور بعضی احادیث غیر ثابتہ اور انکے مقابلہ میں دوسروں کے پاس احادیث قوی و راجح ہیں پس راجح کو چھوڑکر مرجوح پر کیوں عمل کرتے ہو **جواب** اول تو یہ کہنا کہ انکے اکثر دلائل ضعیف ہیں غیر مسلم ہے بہت سے مسائل میں تو صحاح ستہ کی احادیث سے انکا استدلال ہے چنانچہ کتب دلائل دیکھنے سے معلوم ہو سکتا ہے اور جو حدیثیں دوسری کتب کی ہیں اُنمیں بھی اکثر بقواعد محدثین صحیح ہیں کیونکہ احادیث صحیحہ کا حصر صحاح ستہ میں یا صحاح ستہ کا حصر احادیث صحیحہ میں ضروری نہیں چنانچہ اہل علم پر مخفی نہیں اور جو احادیث عند المحدثین ضعیف ہیں سو اول تو جن قواعد پر محدثین نے قوۃ اور ضعف حدیث کو مبنی کیا ہے جن میں بڑا امر راوی کا ثقہ و ضابط ہونا ہے وہ سب قواعد ظنی ہیں چنانچہ بعض قواعد میں خود محدثین مختلف ہیں اسیطرح کسی راوی کا ثقہ و غیر ثقہ ہونا خود ظنی ہی چنانچہ بہت سے رواۃ میں بھی محدثین مختلف ہیں جب یہ قواعد ظنی ہیں تو کیا ضرور ہی کہ سب پر حجت ہوں اگر فقہاء ترجیح بین الاحادیث کے لئے دوسرے قواعد دلیل سے تجویز کریں جیسا کتب اصول میں مذکور ہیں تو اُن پر انکار کی کوئی وجہ نہیں پس ممکن ہی کہ وہ حدیث قواعد محدثین کے اعتبار سے قابل احتجاج نہو اور قواعد

لہ چنانچہ بہت سے رواۃ الخ اور جرح کی تقدیم تعدیل پر شرط تفسیر کثیر ہے جسکا اجماع ہرگز غیر مسلم ہے چنانچہ کتب فن سے واضح ہے ۱۲ منہ

فقہار کے موافق قابل استدلال ہو۔ علاوہ اس کے کبھی قرائن کے انضمام سے اُسکا ضعف منجبر ہو جاتا ہے جیسا کہ فتح القدیر مطبوعہ کشوری کے صـــ ۲۹۲، ۲۹۳ بحث عدد تکبیر جنازہ میں لکھا ہے دوسرے یہ کہ حدیث کا ضعف اسکی صفت اصلیہ تو ہے نہیں راوی کی وجہ سے ضعف آجاتا ہے پس ممکن ہو کہ مجتہد کو بسند صحیح پہنچی ہو اور بعد میں کوئی راوی ضعیف اُسمیں آگیا پس ضعف متاخر مستدل متقدم کو مضر نہیں اور اگر مقلد متاخر کے استدلال میں مضر ہونیکا شبہ ہو تو اول تو یہ ہو کہ مقلد محض تبرعاً دلیل بیان کرتا ہے اسکا استدلال قول مجتہد سے ہے ثانیاً جب مجتہد کا اس حدیث سے استدلال ہو چکا اور استدلال موقوف ہے حدیث کی صحت پر تو گویا مجتہد نے اس حدیث کی تصحیح کر دی اور یہی معنی ہیں علمار کے اس قول کے المجتہد اذا استدل بحدیث کان تصحیحا لہ منہ پس گو سند اسکی معلوم نہو مگر مقلد کے نزدیک مثل تعلیقات بخاری کے یہ حدیث صحیح ہو گئی پس اس کے استدلال میں مضر نہوئی۔ رہا یہ شبہ کہ اسکی کیا دلیل ہو کہ مجتہد نے اس سے تمسک کیا ہی اسکا جواب یہ ہو کہ اس حدیث کے موافق اُسکا قول و عمل ہونا دلیل ظنی ہے اسکے ساتھ تمسک کرنے پر چنانچہ حاشیہ نسائی صـــ ۱۷۳ میں ابن ہمامؒ کا قول ایک حدیث کے متعلق نقل کیا ہو کہ ترمذی کا العمل علیہ عند اہل العلم کہنا قوۃ اصل حدیث کو مقتضی ہے گو خاص طریق ضعیف ہو الخ اور ظاہر ہے کہ یہ اقتضا جب ہی ہو سکتا ہے جب اس حدیث کو انکا متمسک ٹھیرایا جاوے پس ظن تمسک ثابت ہو گیا اور مسائل ظنیہ میں مقدمات ظنیہ کافی ہیں۔ رہا غیر ثابت ہونا سو اول تو اکثر ایسی احادیث روایت بالمعنی ہیں بعض جگہ اُنکے شواہد دوسری احدیث میں موجود ہیں۔ چنانچہ کتب تخریج سے معلوم ہو سکتا ہے تیسرے یہ کہ دلیل کے بطلان سے بطلان مدلول لازم نہیں آتا جیسا شبہ چہارم کے جواب میں گذر چکا کیونکہ ممکن ہے کہ اسکا استدلال دوسری دلیل شرعی معتبر سے ہو جیسے قیاس پس کسی حدیث خاص کا ضعف یا عدم ثبوت اُسکے دعوے میں مضر و قادح نہیں ہو سکتا اور اگر تحقیق ہو جاوے کہ بالکل اس مسئلہ میں کوئی دلیل معتبر نہیں ہی اور حدیث صحیح صریح کے خلاف ہے تو اس کے متعلق اجمالاً تو جواب شبہ چہارم میں گذر چکا ہے اور تفصیلاً انشاء اللہ تعالیٰ مقصد نہم میں آتا ہی۔ **شبہ نوزدہم** اگر تقلید کیجاوے کسی مجتہد کی کیجاوے امام ابو حنیفہؒ تو مجتہد بھی نہ تھے کیونکہ مجتہد ہونے کے لئے معرفت احادیث کثیرہ کی شرط ہے اور بقول بعض مورخین انکو کل سترہ ہی حدیثیں پہنچی تھیں اسی طرح اُنکو روایت حدیث میں بعض نے ضعیف کہا ہے پس نہ اُن کے مسائل پر وثوق ہے نہ اُنکی روایت پر اعتماد ہے **جواب** جس مورخ نے یہ قول سترہ حدیث پہنچنے کا نقل کیا ہے خود اس مورخ نے حضرت امام صاحبؒ کی نسبت یہ عبارت لکھی ہے ویدل علی انہ من کبار المجتہدین فی الحدیث اعتماد مذہبہ فیما بینہم والتعویل علیہ واعتبارہ رداً وقبولاً ترجمہ یعنی امام ابو حنیفہؒ کی حدیث میں

جواب شبہ رسیدن ہفدہ حدیث امام صاحب را وضعف الروایۃ بودن ایشان

انکے مجتہد ہونیکی دلیل یہ ہے کہ علماء کے درمیان انکا مذہب مذہب سمجھا گیا ہے اور اسکو مستند و معتبر رکھا گیا ہے کہیں بحث و مباحثہ کے طور پر کہیں قبول کے طور پر اور جب بقول صاحب شبہ مجتہد ہونے کیلئے محدث ہونا ضرور ہے اور واقع میں بھی اسیطرح ہے اور اس مورخ کے قول سے انکا مجتہد ہونا ثابت ہے پس لامحالہ انکا محدث ہونا بھی ثابت ہوگیا جیسا ظاہر ہے لان وجود الملزوم یستلزم وجود اللازم پھر جو اس مورخ نے ایسا قول لکھدیا ہی جو خود اسکی اس تحقیق مذکور کے خلاف ہے سو یا تو خود اسکی یا کسی کاتب و ناقل ہی کی غلطی ہے یا کسی دوسرے کا قول نقل کر دیا ہے اور یقال سے اس کا ضعیف ہونا بھی بتلا دیا ہے علاوہ اسکے یہ قول خود عقل اور نقل کے مخالف ہے اسلئے اسکی اگر تاویل نہ کیجاوے باطل محض ہے اور چونکہ یہ مورخ حسب تصریح شمس الدین سخاویؒ علوم شرعیہ میں ماہر نہیں ہے اسلئے اس سے ایسے قول باطل کا صدور ایسے منقولات میں جنکا تعلق علوم شرعیہ سے ہے امر عجیب نہیں۔ نقل کے خلاف تو اس لئے ہے کہ اگر کوئی شخص امام محمدؒ کے موطا و کتاب الحج و کتاب الآثار و سیر کبیر اور امام ابو یوسف کی کتاب الخراج اور مصنف ابن ابی شیبہ اور مصنف عبد الرزاق اور دارقطنی و بیہقی و طحاوی کی تصانیف کو مطالعہ کر کے ان میں سے امام صاحب کے مرویات مرضیہ کو جمع کر کے گنے تو اس قول کا کذب واضح ہو جائیگا اور عقل کے خلاف اسلئے ہے کہ امام صاحب بقول بعض محدثین مثل ابن حجر عسقلانی نے ان کے ایک قول کے موافق تبع تابعین سے ہیں اور بقول بعض محدثین مثل خطیب بغدادی و دارقطنی و ابن الجوزی و نووی و ذہبی و ولی الدین عراقی و ابن حجر مکی و سیوطی اور ایک قول ابن حجر عسقلانی کے تابعین سے ہیں تو جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اسقدر قریب ہو اور وہ زمانہ بھی شیوع علم و اشاعت دین کا ہو عقل کس طرح تجویز کر سکتی ہے کہ اس شخص کو کل سترہ حدیثیں پہنچی ہوں اور خود مورخ نے تصریح کر دی ہے کہ جو امر تاریخی صریح عقل کے خلاف ہو وہ مقبول نہیں پس امام صاحب کے مجتہد نہ ہونیکا شبہ بالکل رفع ہوگیا۔ رہا روایات میں ضعیف ہونا سو ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں یحیی ابن معین کا قول امام صاحب کی شان میں نقل کیا ہے لاباس بہ لم یکن متہما ترجمہ امام صاحب میں کوئی خرابی نہیں اور انپر شبہ غلطی کا نہیں اھ اور ابن معین جیسے رئیس النقاد کا کہدینا حسب تصریح حافظ ابن حجر عسقلانی وغیرہ بجائے ثقہ کہنے کے ہے اور ابن عبد البر نے ذکر کیا ہے عن علی ابن المدینی ابو حنیفۃ روی عنہ الثوری و ابن المبارک و حماد بن زید و ہشام و وکیع و عباد بن العوام و جعفر بن عون وہو ثقۃ لاباس بہ کان شعبۃ حسن الرای فیہ وقال یحیی بن معین اصحابنا یفرطون فی ابی حنیفۃ و اصحابہ فقیل لہ اکان یکذب قال لا ترجمہ علی بن المدینی سے منقول ہے کہ ابو حنیفہ سے ثوری اور ابن المبارک اور حماد بن زید اور ہشام اور وکیع اور عباد بن

ہو امام اور عمر بن ذر نے روایت کی ہے اور وہ ثقہ تھے ان میں کوئی امر ضد سنت کا نہ تھا اور شعبہ کی رائے انکے بارہ میں اچھی تھی اور یحیی بن معین نے فرمایا ہے کہ ہمارے لوگ امام ابو حنیفہؒ اور انکے اصحاب کے بارے میں بہت افراط و تفریط کرتے ہیں کسی نے یحیی سے پوچھا کہ آیا وہ غلط روایت بھی کرتے تھے انہوں نے کہا نہیں۔ آہ ایسے اکابر کی تصریح کے

بعد شبہ تضعیف کی بھی گنجائش نہیں رہی ہذا کلہ ملتقطۃ من مقدمۃ عمدۃ الرعایۃ للشیخ مولانا عبدالحی اللکھنوی۔

شبہ پنجم غنیہ میں اصحاب ابو حنیفہؒ کو مرجیہ میں شمار کیا ہے پس حنفیہ کا اہل باطل ہونا معلوم ہوا جواب غنیہ اسوقت مجکو ملی نہیں اسکی عبارت دیکھ کر معلوم نہیں کیا جواب سمجھ میں آتا لیکن سر دست شرح مواقف کی ایک عبارت جو مقام تعداد فرق باطلہ میں ہے نقل کرتا ہوں وہ جواب کے لیے کافی ہے اول مرجیہ کے فرقوں میں سے ایک فرقہ غسانی منسوب

بہ غسان کوفی لکھا ہے اس کے بعد لکھتے ہیں۔ وغسان کان یحکیہ عن ابی حنیفۃ ویعدہ من المرجئۃ وہو افتراء علیہ قصد بہ

ترویج مذہبہ بموافقۃ رجل کبیر قال الآمدی ومع ہذا اصحاب المقالات قد عدوا ابا حنیفۃ واصحابہ من مرجئۃ اہل السنۃ ولعل

ذلک لان المعتزلۃ فی الصدر الاول کانوا یلقبون من خالفہم فی القدر مرجیا او لانہ قال الایمان ہو التصدیق ولا یزید ولا

ینقص فظن بہ الارجاء بتاخیر العمل عن الایمان ولیس کذلک اذ عرف منہ المبالغۃ فی العمل والاجتہاد فیہ۔ ترجمہ غسان اپنے قول مذکور کو امام ابو حنیفہ سے نقل کیا کرتا تھا اور انکو مرجیہ میں شمار کیا کرتا تھا حالانکہ یہ انپر افترا محض تھا جس سے مقصود یہ تھا کہ ایک بڑے شخص کی موافقت سے اپنے مذہب کو رواج دے علامہ آمدی کہتے ہیں اور باوجود اسکے ناقلین اقوال نے امام ابو حنیفہؒ اور ان کے اصحاب کو مرجیہ اہل سنت سے شمار کیا ہے اور غالباً اسکی وجہ یہ ہے کہ معتزلہ زمانہ سابق میں ان لوگوں کو جو انکے ساتھ مسئلہ قدر میں مخالفت کرتے تھے مرجیہ کا لقب دیتے تھے اور یا یہ وجہ ہے کہ امام صاحب کا قول ہے کہ ایمان کی حقیقت تصدیق ہے اور وہ زائد و ناقص نہیں ہوتا اسلئے انپر ارجاء کا شبہ کیا گیا کہ وہ عمل کو ایمان سے موخر کرتے ہیں اور حالانکہ اس شبہ کی گنجائش نہیں کیونکہ انکا مبالغہ اور کوشش عبادت میں معروف و مشہور ہے۔ آہ اس عبارت سے کئی جواب مفہوم ہوئے نمبر ۱ غسان نے اپنی غرض فاسد سے آپ پر افترا کیا نمبر ۲ معتزلہ نے عناداً اہل سنت کو مرجیہ کہا جس میں امام صاحب بھی آگئے نمبر ۳ امام صاحب کی تفسیر ایمان سے غلط شبہ پڑ گیا۔ پس غنیہ کی عبارت یا ماؤل ہے یا نقل میں غلط ہے کیونکہ مرجیہ کے عقائد باطلہ مشہور ہیں اور حنفیہ کی کتابوں میں انکا رد و ابطال موجود ہے پھر اس کا احتمال کب ہو سکتا ہے شبہ ششم وہ تم اپنے کو بجائے اسکے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف نسبت کرکے محمدی کہا جاوے امام ابو حنیفہؒ کیطرف نسبت کرنا او

؎ تو ایسے اکابر کی اور جن کے کلام میں ایسا پایا جاتا ہے وہ بقول محققین ناشی تعصب سے ہے اسلئے معتبر نہیں ۱۲ منہ

حنفی کہنا گناہ یا شرک ہی جواب اول اس نسبت کے معنی دریافت کرنا چاہیئے تاکہ اسکا حکم معلوم ہو سو جاننا چاہیئے کہ حنفی کے معنی ہیں امام ابو حنیفہؒ کے مذہب پر چلنے والا اب یہ دیکھنا چاہیئے کہ اس ترکیب میں مذہب کی نسبت غیر نبی کی طرف کی گئی ہے آیا یہ کسی علاقہ سے جائز ہے یا نہیں سو عرباض بن ساریہ کی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا علیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین المہدیین الحدیث رواہ احمد وابوداؤد والترمذی وابن ماجہ مشکوۃ انصاری ص۲۲ یعنی اختیار کرو تم میرے طریقہ کو اور خلفاء راشدین مہدیین کے طریقہ کو اھ دیکھیئے اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دینی طریقہ کو خلفاء راشدین کی طرف مضاف اور منسوب فرمادیا تو معلوم ہوا کہ کسی طریق دینی کا نسبت کردینا غیر نبی کی طرف کسی ملابست سے جائز ہے پس اگر کسی نے مذہب کو کہ ایک طریق دینی ہے امام صاحب کیطرف اس اعتبار سے کہ وہ اسکو سمجھکر بتلانیوالے ہیں منسوب کردیا تو اس میں کونسا گناہ یا شرک لازم آگیا البتہ اگر اس نسبت کے معنی یہ ہوتے کہ نعوذ باللہ انکو احکام کا مالک مستقل سمجھا جاتا تو بلاشبہ شرک ہوتا مگر اس معنی کے اعتبار سے خود نبی کی طرف بھی نسبت کرنا جائز نہیں ہوگا قال اللہ تعالی ویکون الدین کلہ للہ یعنی دین سب اللہ ہی کا ہے لیکن ایسا کوئی مسلمان نہیں جو اس اعتبار سے دین کی نسبت غیر نبی یا غیر اللہ کیطرف کرے رہا یہ کہنا کہ بجائے محمدی کے الخ سو غلط محض ہے کیونکہ جب مقصود قائل کا عیسائی و یہودی سے امتیاز ظاہر کرنا ہوا سوقت محمدی کہا جاتا ہے اور جب محمدیوں سے مختلف طرق میں سے ایک خاص طریق کا تبلانا ہوا سوقت حنفی وغیرہ کہا جاتا ہے بلکہ اسوقت محمدی کہنا محض تحصیل حاصل ہے پس ہر ایک کا موقع جدا جدا ہو بجائے محمدی کے حنفی کوئی نہیں کہتا شبہ نسبت ودوم تم لوگ بعض مسائل میں صاحبین کا قول لے لیتے ہو یا کہیں دوسرے ائمہ کے بعض اقوال پر فتوی دیدیتے ہو پھر تقلید شخصی کہاں رہی۔

جواب شبہ عمل بر اقوال صاحبین۔

جواب۔ صاحبین تو اصول میں خود امام صاحب کے مقلد ہیں صرف بعض جزئیات کی تفریع میں جو کہ انہی اصول سے متخرج ہیں اختلاف کرتے ہیں لہذا بعض مسائل میں حسب قواعد رسم المفتی صاحبین کا قول لے لینے میں ترک تقلید لازم نہیں آتا کیونکہ شخصیت میں زیادہ مقصود بالنظر اصول ہیں رہا دوسرے ائمہ کے بعض اقوال لے لینا سو یہ بضرورت شدیدہ ہوتا ہے اور ضرورت کا موجب تخفیف ہونا خود شرع سے ثابت ہے اور جو مفاسد ترک تقلید شخصی میں مذکور ہوئے ہیں وہ بھی اسمیں نہیں ہیں اور مقصود تقلید شخصی سے ان ہی مفاسد کا بند کرنا ہے پس اپنے مقصود کے اعتبار سے تقلید شخصی اب بھی باقی ہے شبہ نفس نسبت و سوم مقلدین جن اقوال پر عمل کرتے ہیں انکی سند متصل صاحب مذہب تک نہیں پھر انکی تقلید کیسے ہوسکتی ہے

جواب شبہ عدم اتصال سند مذہب با امام صاحب

جواب۔ سند کی ضرورت اخبار احاد میں ہے اور متواتر میں کوئی حاجت نہیں اسیوجہ سے قرآن کے اتصال سند کا اہتمام ضروری نہیں سمجھا گیا پس ان اقوال کی نسبت صاحب مذہب تک متواتر ہے کیونکہ جب سے اُن سے یہ اقوال صادر ہوئے ہیں غیر محصور آدمی ان کو ایک دوسرے سے اخذ کرتے رہے گو تعیین انکی اسماء وصفات کی نہ کیجاوے پس یہ نسبت متیقن ہے یا بعض میں

مظنون اور عمل کیلئے دونوں کافی ہیں **شبہ بست و چہارم** بعض مسائل میں روایات فقیہہ باہم مختلف ہیں اور بعض جزئیات جدید الوقوع سے روایات فقہیہ ساکت ہیں پس صورت اولیٰ میں وہ مفاسد لازم آوینگے جو عدم تعیین مذہب واحد میں مذکور ہوئے اور صورت ثانیہ میں اجتہاد کا استعمال کرنا پڑیگا جس کا منقطع ہونا نیز موجب مفاسد ہونا مذکور ہوچکا ہے پس محذور مشترک رہا **جواب**۔ اول تو وہ مسائل جن میں اختلاف ہونا موجب مفاسد تھا مختلف فیہ یا مسکوت عنہ نہیں ہیں پھر ایسی روایات مختلفہ میں اکثر خود فقہا نے راجح و مرجوح کی تعیین کردی ہے پس وہاں تو شبہ ہی نہیں ہے اور جہاں جانبین میں تساوی ہو تو چونکہ بہ نسبت مجموعہ اقوال کل مذاہب کے اسکی مقدار بھی قلیل ہے پھر وہ سب ایک ہی اصول سے متقید و وابستہ ہیں اسلئے ایسا اطلاق جو موجب مفاسد ہو لازم نہ آویگا اسیطرح جزئیات مسکوت عنہا کا جواب مذہب خاص کے اصول سے مستخرج ہوگا اور جواب شبہ نہم میں گذر چکا ہے کہ ایسا مقید اجتہاد بعض مسائل میں اب بھی مفقود نہیں ہے اس لئے اسمیں بھی ایسا اطلاق نہ ہوگا جو موجب مفاسد ہو اور مقصود بالذات انسداد مفاسد کا ہے جیسا ابھی جواب شبہ بست دوم میں بیان ہوا ہے **شبہ بست و پنجم** بعض متشددین تقلید شخصی کو مثل فرائض و واجبات مقصود بالذات کے بلکہ اس سے بھی بڑھکر سمجھتے ہیں اور غایت جمود سے قرآن و حدیث کے احکام کا ذرا پاس نہیں کرتے جو یقیناً عقیدہ فاسدہ ہے اور شرع میں یہ قاعدہ مقرر ہے کہ جو امر موجب فساد عقیدہ خلق ہو وہ ممنوع ہوتا ہے پس تقلید شخصی کو منع کرنا ضرور ہوا **جواب** یہ قاعدہ اُن امور میں ہے جو غیر ضروری نہوں جیسا مقصد پنجم کے اخیر میں اس حدیث کے ذیل میں اس تخصیص کیطرف اشارہ گذر چکا ہے جس میں حضرت عمرؓ کا یہ روکنی کچھہ باتیں لکھنے کی اجازت طلب کرنیکو کر ہے اور جو امر خود واجب ہو اگر اسمیں مفاسد لازم آویں تو اُن مفاسد کو روکا جاویگا اور اہل مفاسد کی اصلاح کیجاویگی خود اس امر کو نہ روکیں گے ورنہ خود ظاہر ہے کہ تبلیغ قرآن بعض کیلئے موجب زیادہ ضلالت ہوتا تھا مگر تبلیغ کو ایک روز بھی ترک نہیں کیا گیا پس جب تقلید شخصی کا وجوب دلائل شرعیہ سے اوپر ثابت ہوچکا ہے تو اگر اس میں کوئی مفسد دیکھا جاویگا اس کی اصلاح کیجاویگی تقلید شخصی سے نہ روکیں گے چنانچہ رسالہ ہذا میں بھی کئی جگہ تبعاً و ضمناً اس غلو سے روکا گیا ہے اور استقلالاً و قصداً مقصد ہفتم میں آتا ہے ہرچند کہ اس مقام میں کل پچیس شبہوں کا جواب مذکور ہے لیکن اُمید ہے کہ انشاء اللہ تعالیٰ یہی تقریریں قدرے تغیر و تبدل کیساتھ دوسرے شبہات کی شفا کیلئے بھی کافی ہونگی۔ ورنہ اللہ تعالیٰ سلامت رکھے علماء تبلانیکے لئے جابجا موجود ہیں ان سے مراجعت کرلیں **مقصد ہفتم** جسطرح تقلید کا انکار قابل ملامت ہے اسیطرح اس میں غلو و جمود بھی موجب مذمت ہے اور تعیین طریق حق کے اوپر ثابت ہوچکا ہے کہ تقلید مجتہد کی اس کو شارع و بانی احکام سمجھہ کر نہیں کی جاتی بلکہ اس کو مبین احکام اور موضح غرائب و مظہر مراد

اللہ و رسول اعتقاد کر کے کیجاتی ہے پس جبتک کوئی امر منافی اور رافع اس اعتقاد کا نہ پایا جاویگا اوس وقت تک تقلید کیجاویگی اور جس مسئلہ مین کسی عالم وسیع النظر ذکی الفہم منصف مزاج کو اپنی تحقیق سے یا کسی عامی کو کسی ایسے عالم سے بشرطیکہ متقی بھی ہو بشہادت قلب معلوم ہو جاوے کہ اس مسئلہ میں راجح دوسری جانب ہے تو دیکھنا چاہیے کہ اس مرجوح جانب میں بھی دلیل شرعی سے عمل کی گنجائش ہے یا نہیں اگر گنجائش ہو تو ایسے موقع پر جہاں احتمال فتنہ و تشویش عوام کا ہو مسلمانوں کو تفریق کلمہ سے بچانے کے لئے اولی یہی ہے کہ اس مرجوح جانب پر عمل کرے دلیل اسکی یہ حدیثیں ہیں **حدیث اول** عن عائشۃ قالت قال لی رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم الم تران قومک حین بنوا الکعبۃ اقتصروا عن قواعد ابراہیم فقلت یا رسول اللہ الا تردہا علی قواعد ابراہیم فقال لولا حدثان قومک بالکفر لفعلت اخرجہ الستۃ الا اباداؤد. تیسیر کلکتہ صـ۳۶۶ کتاب الفضائل باب سادس فصل ثانی ترجمہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ مجھ سے ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم نے کہ تمکو معلوم نہیں کہ تمہاری قوم یعنی قریش نے جب کعبہ بنایا ہے تو بناء ابراہیمی سے کمی کر دی ہے مینے عرض کیا یا رسول اللہ پھر آپ اسی بناء پر تعمیر کرا دیجئے فرمایا کہ اگر قریش کا زمانہ کفر سے قریب نہ ہوتا تو میں ایسا ہی کرتا روایت کیا اسکو بخاری اور مسلم اور ترمذی اور نسائی اور مالک نے **ف** یعنی لوگوں میں خواہ مخواہ تشویش پھیل جاویگی کہ دیکھو کعبہ گرا دیا اس لئے اسمیں دست اندازی نہیں کرتا. دیکھیے باوجودیکہ جانب راجح یہی تھے کہ قواعد ابراہیمی پر تعمیر کرا دیا جاتا مگر چونکہ دوسری جانب بھی یعنی ناتمام رہنے دینا بھی شرعاً جائز تھی گو مرجوح تھی آپنے بخوف فتنہ و تشویش اسی جانب مرجوح کو اختیار فرمایا چنانچہ جب یہ احتمال رفع ہو گیا تو حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے اسی حدیث کی وجہ سے اسکو درست کر دیا گو پھر اس تعمیر کو حجاج بن یوسف نے قائم نہیں رکھا غرض حدیث کی دلالت مطلوب مذکور پر صاف ہے **حدیث دوم** عن ابن مسعود انہ صلی اربعاً فقیل لہ عبت علی عثمان ثم صلیت اربعاً فقال الخلاف شر اخرجہ ابوداؤد تیسیر کلکتہ صـ۲۳۹ کتاب الصلوۃ باب ثامن ترجمہ حضرت ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے (سفر میں) فرض چار رکعت پڑھی کسینے پوچھا کہ تمنے حضرت عثمانؓ پر (قصر نکرنے میں) اعتراض کیا تھا پھر خود چار پڑھی آپنے جواب دیا کہ خلاف کرنا موجب شر ہے روایت کیا اسکو ابوداؤد نے **ف** اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ باوجودیکہ ابن مسعودؓ کے نزدیک جانب راجح سفر میں قصر کرنا ہے مگر صرف شر و خلاف سے بچنے کے لئے اتمام فرمایا جو جانب مرجوح تھی مگر معلوم ہوتا ہے کہ اسکو بھی جائز سمجھتے تھے بہرحال ان حدیثوں سے اسکی تائید ہو گئی کہ اگر جانب مرجوح بھی جائز ہو تو اسی کو اختیار کرنا اولی ہے اور اگر اس جانب مرجوح میں گنجائش عمل نہیں بلکہ ترک واجب یا ارتکاب امر ناجائز لازم آتا ہے اور بجز قیاس کے اسپر کوئی دلیل نہیں پائی جاتی اور جانب راجح میں حدیث صحیح صریح موجود ہے

اسوقت بلا تردد حدیث پر عمل کرنا واجب ہوگا اور اُس مسئلہ میں کسی طرح تقلید جائز نہوگی کیونکہ اصل دین قرآن و حدیث ہے اور تقلید سے یہی مقصود ہے کہ قرآن و حدیث پر سہولت وسلامتی سے عمل ہو جب دونوں کی موافقت نہ رہی قرآن و حدیث پر عمل ہوگا ایسی حالت میں بھی اسی پر جما رہنا یہی تقلید ہے جس کی مذمت قرآن و حدیث و اقوال علماء میں آئی ہے چنانچہ حدیث ہے عن عدی بن حاتم قال اتیت النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وسمعتہ یقرأ اتخذوا احبارہم ورہبانہم اربابا من دون اللہ قال انہم لم یکونوا یعبدونہم ولکنہم کانوا اذا احلوا لہم شیئا استحلوہ واذا حرموا علیہم شیئا حرموہ اخرجہ الترمذی تیسیر کلکتہ صفحہ ۵۹ کتاب التفسیر سورہ براۃ ترجمہ حضرت عدی بن حاتمؓ سے روایت ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضور میں حاضر ہوا اور آپکو یہ آیت پڑھتے سنا جسکا ترجمہ یہ ہے کہ اہل کتاب نے اپنے علماء اور درویشوں کو رب بنا رکھا تھا خدا کو چھوڑ کر اور ارشاد فرمایا کہ وہ لوگ انکی عبادت نکرتے تھے لیکن وہ جس چیز کو حلال کہدیتے وہ اسکو حلال سمجھنے لگتے اور جس چیز کو حرام کہدیتے اسکو حرام سمجھنے لگتے روایت کیا اسکو ترمذی نے مطلب یہی ہے کہ اُن کے اقوال گو یقیناً ان کے نزدیک بھی کتاب اللہ کے خلاف ہوتے مگر انکو کتاب اللہ پر ترجیح دیتے سو اسکو آیت و حدیث میں مذموم فرمایا گیا اور تمام اکابر و محققین کا یہی معمول رہا کہ جب انکو معلوم ہوگیا کہ یہ قول ہمارا یا کسی کا خلاف حکم خدا و رسول کے ہے فوراً ترک کردیا چنانچہ حدیث میں ہے عن نمیلۃ الانصاری قال سئل ابن عمرؓ عن اکل القنفذ فتلا قل لا اجد فیما اوحی الی محرما علی طاعم یطعمہ الآیۃ فقال شیخ عندہ سمعت ابا ہریرۃ یقول ذکر القنفذ عند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فقال خبیثۃ من الخبائث فقال ابن عمر ان کان قال ہذا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کما قال اخرجہ ابو داود تیسیر کلکتہ ۳۰۲ کتاب الطعام باب ثانی فصل اول القنفذ ترجمہ نمیلہ انصاری سے روایت ہے کہ کسی نے ابن عمرؓ سے کچھوے کے کھانے کو پوچھا انہوں نے یہ آیت قل لا اجد الخ پڑھدی (جس سے استنباط کرنا حکم حلت کا تھا) ایک معمر آدمی اُنکے پاس بیٹھے تھے اُنہوں نے کہا کہ میں نے ابو ہریرہ سے سنا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے کچھوے کا ذکر آیا تو آپ نے یہ فرمایا کہ منجملہ خبائث کے وہ بھی خبیث ہے ابن عمرؓ نے فرمایا کہ اگر یہ بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمائی ہے تو حکم یوں ہی ہے جسطرح حضور نے فرمایا روایت کیا اسکو ابو داود نے آہ اور علماء حنفیہ بھی ہمیشہ اس عمل کے پابند رہے چنانچہ جواب شبہ چہارم میں ان حضرات کا امام صاحب کے بعض اقوال کو ترک کر دینا مذکور ہو چکا ہے جس سے منصف آدمی کے نزدیک ان حضرات پر تعصب تقلید جامد کی اُس تہمت کا غلط ہونا متیقن ہو جاویگا جسکا منشا اکثر روایت پر بلا درایت نظر کرنا ہے اور مقصد سوم میں ایسی نظر کا غیر معتمد علیہ ہونا ثابت کر دیا گیا ہے لیکن اس مسئلہ میں ترک تقلید کیساتھ بھی کسی مجتہد کی شان میں گستاخی و بدزبانی کرنا یا دل میں

بدگمانی کرنا کہ انہوں نے اس حدیث کی مخالفت کی ہے جائز نہیں کیونکہ ممکن ہے کہ انکو یہ حدیث نہ پہنچی ہو یا بسند ضعیف پہنچی ہو یا اسکو کسی
قرینۂ شرعیہ سے مأول سمجھا ہو اسلئے وہ معذور ہیں اور حدیث نہ پہنچنے سے اُنکے کمال علمی میں طعن کرنا بھی بدزبانی میں داخل ہے کیونکہ بعض
حدیثیں اکابر صحابہ کو جنکا کمال علمی مسلّم ہے کسی وقت تک نہ پہنچی تھیں مگر اُنکے کمال علمی میں اُسکو موجب نقص نہیں کہا گیا چنانچہ حدیث
میں ہے عن عبید بن عمیر فی قصۃ استیذان ابی موسیٰ علی عمرؓ قال عمر خفی علیّ ہذا من امر النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم الہانی الصفق
بالاسواق الحدیث باختصار۔ بخاری جلد ثانی صفحہ ۱۰۹۲ ترجمہ عبید بن عمیر سے حضرت ابو موسیٰ کے حضرت عمرؓ کے پاس
آنیکی اجازت مانگنے کے قصہ میں روایت ہے کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد مجھسے
مخفی رہ گیا مجکو بازاروں میں جاکر سودا سلف کرنے نے مشغول کر دیا روایت کیا اسکو بخاری نے **ف** دیکھو اس
قصہ میں تصریح ہے کہ حضرت عمرؓ کو اسوقت تک حدیث استیذان کی اطلاع نہ تھی لیکن کسی نے اُن پر کم علمی کا طعن
نہیں کیا یہی حال مجتہد کا سمجھو کہ اُسپر طعن کرنا مذموم ہے اسیطرح مجتہد کے اس مقلد کو جسکو ابتک اُس شخص مذکور کی
طرح اس مسئلہ میں شرح صدر نہیں ہوا اور اسکا ابتک یہی حسن ظن ہے کہ مجتہد کا قول خلاف حدیث نہیں ہے اور وہ
اس گمان سے ابتک اس مسئلہ میں تقلید کر رہا ہے اور حدیث کو رد نہیں کرتا لیکن وجہ موافقت کو مفصل سمجھتا بھی
نہیں تو ایسے مقلد کو بھی بوجہ اسکے کہ وہ بھی دلیل شرعی سے متمسک ہے اور اتباع شرع ہی کا قصد کر رہا ہے
بُرا کہنا جائز نہیں اسی طرح اس مقلد کو اجازت نہیں کہ ایسے شخص کو بُرا کہے جس نے بعذر مذکور اس مسئلہ میں تقلید
ترک کر دی ہے کیونکہ انکا یہ اختلاف ایسا ہے جو سلف سے چلا آیا ہے جسکے باب میں علماء نے فرمایا ہے کہ اپنا
مذہب ظنّاً صواب محتمل خطاء اور دوسرا مذہب ظنّاً خطاء محتمل صواب ہے جس سے یہ شبہ بھی دفع ہو جاتا ہے
کہ جب سب حق میں تو ایک ہی پر عمل کیوں کیا جاوے پس جب دوسرے میں بھی احتمال ثواب ہے تو انمیں کسی کی
تضلیل یا تفسیق یا بدعتی وہابی کا لقب دینا اور باہم حسد و بغض و عناد و نزاع و غیبت و سب و شتم و طعن و
لعن کا شیوا اختیار کرنا جو قطعاً حرام ہیں کسطرح جائز ہوگا البتہ جو شخص عقائد یا اجماعیات میں مخالفت
کرے یا سلف صالحین کو بُرا کہے وہ اہل سنت وجماعت سے خارج ہے کیونکہ اہل سنت وجماعت وہ ہیں
جو عقائد میں صحابہؓ کے طریقہ پر ہوں اور یہ امور انکے عقائد کے خلاف ہیں لہذا ایسا شخص اہل سنت سے
خارج اور اہل بدعت و ہویٰ میں داخل ہے اسیطرح جو شخص تقلید میں ایسا غلو کرے کہ قرآن و حدیث کو رد کرنے
لگے ان دونوں قسم کے شخصوں سے حتی الامکان اجتناب و احتراز لازم ہے اور مجادلۂ متعارفہ سے بھی اعراض کریں فی ہذا ہو الحق
الوسط و اما ما عدا ذلک فغلط و سقط اللہم ارنا الحق حقاً وارزقنا اتباعہ وارنا الباطل باطلاً وارزقنا اجتنابہ **خاتمہ** اس میں

چند مسائل جزئیہ نماز کے دلائل حدیث سے لکھے ہیں تاکہ ظاہر ہو جاوے کہ مقلدین حنفیہ بھی عامل بالحدیث ہیں اور ان مسائل کے تخصیص کی دو وجہ ہیں اول تو یہ کہ ان میں شور و شغب زیادہ ہے دوسرے یہ وسوسہ آسکتا ہے یا ڈالا جاسکتا ہے کہ جس مذہب کی نماز ہی جو کہ افضل العبادات اور روزانہ متکرر الوقوع ہے حدیث کے خلاف ہو اس مذہب میں حق ہونیکا کب احتمال ہو سکتا ہے سو اس سے یہ وسوسہ دفع ہو جاویگا اور ہمارا یہ دعویٰ نہیں کہ ان مسائل میں دوسری جانب حدیث نہیں بلکہ اس مقام پر یہ دعویٰ کرنا بھی ضروری نہیں کہ دوسری جانب مرجوح ہے نہ یہ دعویٰ ہے کہ ان استدلالات میں کوئی خدشہ یا احتمال نہیں کیونکہ مسائل ظنیہ کیلئے دلائل ظنیہ کافی ہیں اور ایسے احتمالات مضر ظنیت نہیں ہوتے بلکہ مقصود صرف یہ ظاہر کرنا ہے کہ ہم بھی بے راہ نہیں چل رہے تاکہ موافقین تردد سے اور معترضین بدزبانی و بدگمانی سے نجات پاویں اور اگر یہ شبہ ہو کہ جب دوسری جانب بھی حدیث ہے تو تم اس حدیث کے کیوں مخالف ہوئے سو اسکا جواب یہ ہے کہ پھر تو دنیا میں کوئی عامل بالحدیث نہیں اصل یہ ہے کہ جب ایک حدیث کیوجہ سے دوسری حدیث میں مناسب تاویل کر لیجاتی ہے تو اسکی مخالفت بھی باقی نہیں رہتی وہ مسائل مع دلائل یہ ہیں **مسئلہ اولیٰ** ایک مثل پر ظہر کا وقت رہتا ہے حدیث عن ابی ذر رضی اللہ عنہ قال کنا مع النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فی سفر فاراد المؤذن ان یؤذن فقال لہ ابرد ثم اراد ان یؤذن فقال لہ ابرد ثم اراد ان یؤذن فقال لہ ابرد حتی ساوی الظل التلول فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان شدۃ الحر من فیح جہنم بخاری مصطفائی جلد اول صـ۷۷ ترجمہ ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیساتھ ایک سفر میں تھے موذن نے ارادہ کیا کہ اذان کہے آپنے ارشاد فرمایا ذرا ٹھنڈا وقت ہونے دے پھر موذن نے ارادہ کیا آپنے فرمایا اور ٹھنڈا ہونے دے پھر موذن نے ارادہ کیا آپ نے پھر فرمایا اور ٹھنڈا ہونے دے یہانتک کہ سایہ ٹیلوں کے برابر ہوگیا پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ گرمی کی شدت جہنم کی بھاپ سے ہے روایت کیا اسکو بخاری نے۔ **ف** وجہ استدلال ظاہر ہے کہ مشاہدہ سے معلوم ہے کہ ٹیلہ کا سایہ جسوقت اسکی برابر ہوگا تو اور چیزوں کا سایہ ایک مثل سے بہت زیادہ معلوم ہوگا جب اسوقت اذان ہوگی تو ظاہر ہے کہ عادۃً فراغ صلوٰۃ کے قبل ایک مثل مصطلح سے سایہ تجاوز کر جاویگا اس سے ثابت ہوا کہ ایک مثل کے بعد وقت باقی رہتا ہے اور ایک استدلال حدیث قیراط سے مشہور ہے **مسئلہ دوم** وضو کرکے اپنے اندام نہانی کو ہاتھ لگانے سے وضو نہیں ٹوٹتا عن طلق بن علی قال سئل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عن مس الرجل ذکرہ بعد ما یتوضأ فقال وھل ھو الا بضعۃ منہ رواہ ابوداؤد والترمذی والنسائی وروی ابن ماجۃ نحوہ مشکوٰۃ انصاری ج ا صـ۳۳ ترجمہ طلق بن

علیؓ سے روایت ہے کہ کسی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ مسئلہ پوچھا کہ کوئی شخص بعد وضو کے اپنے اندام نہانی کو ہاتھ لگاوے تو آپ نے فرمایا کہ وہ بھی آدمی ہی کا ایک پارہ گوشت ہے (یعنی ہاتھ لگانے سے کیا ہو گیا) روایت کیا اسکو ابو داود اور ترمذی اور نسائی نے اور ابن ماجہ نے اسکے قریب قریب **ف** دلالت حدیث کی مسئلہ پر ظاہر ہے **مسئلہ سوم** عورت کو چھونے سے وضو نہیں ٹوٹتا **حدیث** عن عائشۃ قالت کان النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یقبل بعض ازواجہ ثم یصلی ولا یتوضأ رواہ ابو داود والترمذی والنسائی وابن ماجۃ مشکوٰۃ انصاری ج ۱ ص ۳۳ **ترجمہ** حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی بعض بیبیوں کا بوسہ لیلیتے پھر بدون تجدید وضو نماز پڑھ لیتے روایت کیا اسکو ابو داود اور ترمذی اور نسائی اور ابن ماجہ نے **حدیث دیگر** عن عائشۃ قالت کنت انام بین یدی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ورجلای فی قبلتہ فاذا سجد غمزنی فقبضت رجلی واذا قام بسطتھما قالت والبیوت یومئذ لیس فیہا مصابیح متفق علیہ مشکوٰۃ انصاری ج ۱ ص ۶۶ **ترجمہ** حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روبرو سوتی رہا کرتی اور میرے پاؤں آپکی نماز کے رخ ہوتے تھے جب آپ سجدہ کرتے تو میرا بدن ہاتھ سے دبا دیتے میں اپنے پاؤں سمیٹ لیتی اور جب آپ کھڑے ہوتے تو میں پھر پھیلا لیتی اور حضرت عائشہؓ کہتی ہیں کہ ان دنوں میں گھروں میں چراغوں کی عادت نہ تھی روایت کیا اسکو بخاری اور مسلم نے **ف** پہلی حدیث سے قبلہ اور دوسری حدیث سے لمس کا غیر ناقض وضو ہونا ظاہر ہے **مسئلہ چہارم** وضو میں چوتھائی سر پر مسح کرنے سے فرض وضو ادا ہو جاتا ہے البتہ سنت پورے سر کا مسح ہے **حدیث** عن المغیرۃ بن شعبۃ قال ان النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم توضأ فمسح بناصیتہ الحدیث رواہ مسلم مشکوٰۃ انصاری ج ۱ ص ۳۸ **ترجمہ** مغیرہ بن شعبہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وضو کیا اور اپنے سر کے اگلے حصہ کا مسح کیا **ف** اس حدیث سے ظاہر ہے کہ آپنے پورے سر کا مسح نہیں کیا بلکہ صرف اگلے حصے کا کیا اور مسح کے معنی ہیں پھیرنا اور اگر ہاتھ سر پر پھیرنے کیلئے رکھا جاوے تو بقدر ربع سر کے ہاتھ کے نیچے آتا ہے اس سے معلوم ہوا کہ اتنے مسح سے بھی وضو کا فرض ادا ہو جاتا ہے۔ **مسئلہ پنجم** اگر وضو میں بسم اللہ نہ کرے تب بھی وضو ہو جاتا ہے البتہ ثواب میں کمی ہو جاتی ہے **حدیث** عن ابی ہریرۃ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یقول من ذکر اللہ تعالیٰ اول وضوءہ طہر جسدہ کلہ واذا لم یذکر اسم اللہ لم یطہر منہ الا موضع الوضوء اخرجہ رزین تیسیر کلکتہ ص ۲۸۷ کتاب الطہارت باب رابع فصل ثالث سنہ ۱۲۵۲ھ **ترجمہ** ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا جو شخص وضو کے شروع میں اللہ کا نام لے اسکا تو کل بدن پاک ہو جاتا ہے اور اگر اللہ کا نام نہ لے یعنی بسم اللہ نہ کہے اسکے اعضاء وضو پاک ہوتے ہیں۔

روایت کیا اسکو رزین نے ف سب کا اتفاق ہے کہ وضو میں فرض صرف اعضاء وضو کا دہونا ہے نہ تمام اعضائے بدن کا جب بدون بسم اللہ پڑھے ہوئے اعضاءسے واجب التطہیر طاہر ہو گئے تو اسکا وضو ادا ہو گیا مسئلہ ششم نماز میں بسم اللہ پکار کر نہ پڑھے حدیث عن انس قال صلیت خلف النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وابی بکر وعمر وعثمان فکانوا یستفتحون بالحمد للہ رب العالمین لا یذکرون بسم اللہ الرحمن الرحیم فی اول قرأة ولا فی آخرہا صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۷۲ ترجمہ حضرت انس رض سے روایت ہے کہ مینے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکر اور حضرت عمر و حضرت عثمان رضی اللہ تعالی عنہم کے پیچھے نماز پڑھی سب حضرات الحمد سے شروع کرتے تھے اور بسم اللہ نہ پڑھتے تھے نہ قراءة کے اول میں نہ آخر میں روایت کیا اسکو مسلم نے ف اس سے صاف معلوم ہوا کہ نہ الحمد میں بسم اللہ پکار کر پڑھی جاتی تھی۔ سورت میں مسئلہ ہفتم امام کے پیچھے کسی نماز میں خواہ سری ہو خواہ جہری نہ الحمد پڑھے نہ سورت پڑھے حدیث عن ابی موسی الاشعری وعن ابی ہریرة قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واذا قرأ فانصتوا الحدیث مسلم ج ۱ ص ۱۷۴ ومشکوٰة ج ۱ ص ۸۱ عن ابی داؤد والنسائی وابن ماجہ ترجمہ ابو موسی اشعری رض وابو ہریرہ رض سے روایت ہے کہ جب امام نماز میں کچھ پڑھا کرے تو تم خاموش رہا کرو روایت کیا اسکو مسلم اور ابو داؤد اور نسائی اور ابن ماجہ نے ف اس حدیث میں نہ سری کی قید ہے نہ جہری کی نہ الحمد کی نہ سورت کی بلکہ نماز بھی مطلق ہے اور قراءة بھی مطلق اس لئے سبکو شامل ہے پس دلالت مقصود پر واضح ہے اور یہ جو حدیث میں آیا ہے لا صلوٰة لمن لم یقرأ بفاتحة الکتاب یعنی بدون الحمد کے نماز نہیں ہوتی ابو داؤد محدث نے سفیان سے جو بڑے مجتہد اور محدث ہیں اس کے یہ معنی نقل کئے ہیں لمن یصلی وحدہ یعنی اس شخص کے لئے کہ اکیلا نماز پڑھتا ہو نہ اس شخص کیلئے جو امام کیساتھ پڑھے اور اسکی تائید اس حدیث موقوف سے ہوتی ہے حدیث عن ابی نعیم وہب بن کیسان انہ سمع جابر بن عبد اللہ یقول من صلی رکعة لم یقرأ فیہا بام القرآن فلم یصل الا وراء الامام ہذا حدیث حسن صحیح ترمذی ج ۱ ص ۴۲ ترجمہ ابو نعیم وہب بن کیسان سے روایت ہے انہوں نے جابر بن عبد اللہ صحابی سنا فرماتے تھے کہ جو کوئی ایک رکعت بھی ایسی پڑھے جس میں الحمد نہ پڑھی ہو تو اسکی اور کوئی صورت بجز اس کے نہیں کہ اس نے امام کے پیچھے پڑھی ہے۔ روایت کیا اسکو ترمذی نے اور اس حدیث کو انہوں نے حسن صحیح کہا ہے ف وجہ تائید ظاہر ہے ہوئی دوسرا جواب حدیث لا صلوٰة لمن لم یقرأ بفاتحة الکتاب کا یہ ہے کہ اس میں قرأت عام ہے حقیقیہ اور حکمیہ کو یعنی خود پڑھے یا امام کے پڑھنے کو اسی کا پڑھنا قرار دیا جاوے اور اسکی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے حدیث عن جابر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من کان لہ امام فقرأة الامام لہ قرأة ابن ماجہ صح المطابع صفحہ ۶۱۔

مسئلہ عدم جہر بہ تسمیہ در نماز

مسئلہ قرات نبودن خلف الامام

ترجمہ حضرت جابر سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص کا امام ہو تو امام کی قرأت گویا اسی شخص کی قرأت ہے روایت کیا اس کو ابن ماجہ نے **ف** وجہ تائید ظاہر ہے اور اس تاویل کی نظیر کہ رفع تعارض کیلئے قرأت کو عام لیلیا حقیقی اور حکمی کو حدیث میں موجود ہے کہ حضرت کعب نے رفع تعارض کیلئے صلوۃ کو عام لیلیا ہے حقیقی اور حکمی کو اور حضرت ابوہریرہؓ نے اس تاویل کی تقریر فرمائی وہ حدیث مختصراً یہ ہے عن ابی ہریرۃ فی اتیانہ الطور ولقاءہ کعبا قال کعب ہی آخر ساعۃ من یوم الجمعۃ قبل ان تغیب الشمس فقلت الیس قد سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ویقول لایصادفہا مومن وہو فی الصلوۃ ولیست تلک الساعۃ صلوۃ قال الیس قد سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول من صلی وجلس ینتظر الصلوۃ فہو فی صلوۃ حتی تاتیہ الصلوۃ التی تلیہا قلت بلی قال فہو کذلک نسائی مجتبائی ج ۱ ص ۲۱۱ ترجمہ ابوہریرہؓ سے انکے کوہ طور پر تشریف لیجانے اور حضرت کعب سے ملنے کے قصے میں روایت ہے کہ کعب نے کہا وہ ساعت قبولیت کی یوم جمعہ کی آخری ساعت ہے غروب آفتاب ہونے سے پہلے ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ میں نے کہا کیا تم نے سنا نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ وہ ساعت قبولیت کسی مومن کو نماز پڑھتے ہوئے ملی اور حالانکہ یہ وقت نماز کا نہیں ہے حضرت کعب نے جواب دیا کیا تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نہیں سنا کہ جو شخص نماز پڑھ کر اگلی نماز کے انتظار میں بیٹھا رہے تو وہ اگلی نماز کے آنے تک نماز ہی میں رہتا ہے میں نے کہا ہاں وہی فرمایا تو ہے انہوں نے فرمایا بس یوں ہی سمجھو روایت کیا اسکو نسائی نے **ف** النظیر ہونا ظاہر ہے اور یہ جو ایک حدیث میں آیا ہے کہ لاتفعلوا الا بام القرآن فانہ لاصلوۃ لمن لم یقرأ بہا یعنی میرے پیچھے اور کچھ مت پڑھا کرو بجز الحمد کے کیونکہ جو شخص اسکو نہیں پڑھتا اسکی نماز نہیں ہوتی اھ اس سے مقتدی پر فاتحہ کا وجوب نہیں ثابت ہوتا کیونکہ اس کے معنی یہ ہوسکتے ہیں کہ چونکہ فاتحہ میں یہ شرف ہے کہ نماز کا وجود یا کمال علی اختلاف الاقوال اسکی قرأت پر موقوف ہے گو وہ قرأت حکمیہ ہی کیوں نہو جیسا اوپر گذرا اس شرف کی وجہ سے اسکو بنسبت دوسری سورتوں کے یہ خصوصیت آگئی کہ ہم اسکی قرأت حقیقیہ کی بھی اجازت دیتے ہیں اور گو ما زاد علی الفاتحہ بھی موقوف علیہ وجوبا کمال صلوۃ کا ہے علی اختلاف الاقوال لیکن اسکی کوئی فرد معین موقوف علیہ نہیں اور فاتحہ بالتعیین موقوف علیہ ہے پس غایت مافی الباب مفید جواز کو ہے اور نہی سے استثنا ہونا اسکے مناسب بھی ہے اور اول حدیث میں جو انصتوا صیغہ امر کا ہے وہ مفید نہی عن القراءۃ کو ہے پس حسب قاعدہ اذا تعارض المبیح والمحرم ترجح المحرم جواز کو منسوخ کہا جاویگا کسی حدیث سے اس مسئلہ پر شبہ نہیں رہا مسئلہ

ششم رفع یدین صرف تکبیر تحریمہ میں کرے پھر نہ کرے حدیث عن علقمہ قال قال عبد اللہ بن مسعود الا اصلی بکم صلوۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فصلی فلم یرفع یدیہ الا فی اول مرۃ وفی الباب عن البراء بن عازب حدیث

ابن مسعود حدیث حسن ترمذی ج ۱ صفحہ ۳۶ ترجمہ علقمہ سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا
کیا میں تم لوگوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز نہ پڑھاؤں پھر نماز پڑھائی اور صرف اول بار میں یعنی تکبیر تحریمہ
میں رفع یدین کیا روایت کیا اسکو ترمذی نے اور اس حدیث کو حسن کہا اور یہ بھی کہا کہ اس مضمون کی حدیث حضرت
براء سے بھی آئی ہے حدیث دیگر عن البراء ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان اذا افتتح الصلوۃ رفع یدیہ الی قریب
من اذنیہ ثم لا یعود ابوداؤد و مجتبائی ج ۱ صفحہ ۱۱۶ ترجمہ حضرت براء سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
جب نماز شروع فرماتے تو کانوں کے قریب تک رفع یدین کرتے اور پھر نہ کرتے روایت کیا اسکو ابوداؤد نے
ف دلالت دونوں حدیثوں کی مقصود پر واضح ہے مسئلہ نہم آمین جہری نماز میں بھی آہستہ کہے
حدیث عن علقمۃ بن وائل عن ابیہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قرأ غیر المغضوب علیہم ولا الضالین فقال آمین وخفض
بہا صوتہ ترمذی ج ۱ صفحہ ۳۵ ترجمہ علقمہ بن وائل اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
غیر المغضوب علیہم ولا الضالین پڑھ کر پست آواز سے آمین فرمائی روایت کیا اسکو ترمذی نے اور عینی میں ہے
کہ اس حدیث کو امام احمد اور ابوداؤد طیالسی اور ابو یعلی موصلی اپنے مسانید میں اور طبرانی اپنے معجم میں اور دارقطنی
اپنے سنن میں اور حاکم اپنے مستدرک میں ان لفظوں سے لائے ہیں واخفی بہا صوتہ یعنی پوشیدہ آواز سے آمین
فرمائی اور حاکم کتاب القراءۃ میں لفظ خفض لائے ہیں اور حاکم نے اس حدیث کی نسبت یہ بھی کہا ہے صحیح
الاسناد ولم یخرجاہ یعنی اسکی سند صحیح ہے اور پھر بھی بخاری اور مسلم اسکو نہیں لائے اور ترمذی نے جو اسپر
شبہات نقل کئے ہیں علامہ عینی نے سبکا جواب دیا ہے چنانچہ اس کا خلاصہ حاشیہ نسائی مجتبائی ج ۱ صفحہ ۱۴۳
میں مذکور ہے مسئلہ دہم قیام میں ہاتھ زیر ناف باندھے حدیث عن ابی جحیفۃ ان علیا قال من السنۃ
وضع الکف علی الکف فی الصلوۃ تحت السرۃ حدیث دیگر عن ابی وائل قال قال ابوہریرۃ اخذ الکف علی
الکف فی الصلوۃ تحت السرۃ ابوداؤد نسخہ ابن الاعرابی ج ۱ صفحہ ۱۱۷ ترجمہ ابی جحیفہ سے روایت ہے کہ
حضرت علیؓ نے فرمایا کہ سنت طریقہ یہ ہے کہ نماز میں ناف کے نیچے ہاتھ رکھا جاوے اور ابو وائل سے
روایت ہے کہ حضرت ابوہریرہؓ نے فرمایا کہ ہاتھ کا پکڑنا ہاتھ سے نماز کے اندر ناف کے نیچے ہے روایت
کیا ان دونوں حدیثوں کو ابوداؤد نے حدیث دیگر عن ابی جحیفۃ ان علیاؓ قال السنۃ وضع الکف
فی الصلوۃ ویضعہما تحت السرۃ اخرجہ رزین تیسیر کلکتہ صفحہ ۲۱۶ کتاب الصلوۃ باب خامس ف یہ وہی
پہلی روایت ہے وہاں ابوداؤد مخرج تھے یہاں رزین ہیں اور دلالت سب حدیثوں کی مطلوب پر ظاہر ہے

مسئلہ یازدہم قعدہ آخرہ میں اسیطرح بیٹھیں جیسے قعدہ اولی میں بیٹھتے ہیں حدیث عن عائشہؓ
فی حدیث طویل کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول فی کل رکعتین التحیۃ وکان یفترش رجلہ الیسری و
ینصب رجلہ الیمنی مسلم مجتبائی ج ۱ ص ۱۹۴ ترجمہ حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
ہر دو رکعت پر التحیات پڑھتے تھے اور بائیں پاؤں کو بچھاتے تھے اور داہنے پاؤں کو کھڑا کرتے تھے روایت
کیا اسکو مسلم نے اس حدیث میں افتراش کی ہیئت میں آپکی عادت کا بیان ہے جو اطلاق الفاظ سے دونوں
قعدوں کو شامل ہے اور اقتران جملہ متضمنہ فی کل رکعتین کا مؤید عموم ہونا مزید برآں ہے حدیث دیگر عن
وائل بن حجرؓ قال قدمت المدینۃ قلت لانظرن الی صلوۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فلما جلس یعنی للتشہد
افترش رجلہ الیسری ووضع یدہ الیسری یعنی علی فخذہ الیسری ونصب رجلہ الیمنی قال ابو عیسی ہذا حدیث
حسن صحیح والعمل علیہ عند اکثر اہل العلم ترمذی ص ۳۸ ترجمہ وائل بن حجر سے روایت ہے کہ میں مدینہ آیا تو میں نے کہا
کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز دیکھوں گا پس جب آپ تشہد کیلئے بیٹھے تو بایاں پاؤں بچھایا اور اپنا بایاں
ہاتھ بائیں ران پر رکھا اور داہنا پاؤں کھڑا کیا روایت کیا اسکو ترمذی نے اور کہا یہ حدیث حسن صحیح ہے اور
اکثر اہل علم کے نزدیک اسپر عمل ہے **ف** ہر چند کہ فعل کیلئے فی نفسہ عموم نہیں ہوتا مگر جب قرائن موجود ہوں تو
عموم ہوسکتا ہے یہاں ایک صحابی کا نماز دیکھنے کیلئے اہتمام کرنا جس کے لئے عادۃً لازم ہے کہ مختلف نمازیں
دیکھی ہوں پھر اہتمام سے اسکا بیان کرنا یہ قرائن ہیں کہ اگر دونوں قعدوں کی ہیئت مختلف ہوتی تو فرق ضرور
ہیں اسکو بھی بیان کرتے کیونکہ سکوت موہم غلطی ہے اس سے ظاہر یہ ہے کہ دونوں قعدوں کی ہیئت یہی تھی۔
حدیث دیگر عن عبد اللہ بن عمر عن ابیہ قال من سنۃ الصلوۃ ان تنصب القدم و استقبالہ باصابعہا القبلۃ
والجلوس علی الیسری نسائی ج ۱ ص ۱۷۳ ترجمہ حضرت عبد اللہ بن عمرؓ کے صاحبزادے اپنے باپ یعنی عبد اللہ
بن عمرؓ سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے فرمایا کہ سنت نماز کی یہ ہے کہ قدم کو کھڑا کرو اور اسکی انگلیاں قبلہ
کیطرف متوجہ کرو اور بائیں پر بیٹھو روایت کیا اسکو نسائی نے **ف** یہ حدیث چونکہ قولی ہے اور قول میں عموم
ہوتا ہے اسلئے اسکی دلالت میں وہ شبہ بھی نہیں مسئلہ دوازدہم پہلی اور تیسری رکعت سے جب اٹھنے لگے
سیدھا کھڑا ہو جاوے بیٹھے نہیں حدیث عن ابو ہریرۃ قال کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم ینہض فی الصلوۃ علی
صدور قدمیہ قال ابو عیسی حدیث ابی ہریرۃ علیہ العمل عند اہل العلم ترمذی ص ۳۹ ترجمہ ابو ہریرہؓ سے روایت
ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں اپنے قدموں کے پنجوں پر اٹھ کھڑے ہوتے تھے روایت کیا اسکو ترمذی نے

مسئلہ یازدہم ہیئت قعدہ آخرہ

مسئلہ دوازدہم بلا جلسہ استراحت

اور کہا کہ ابوہریرہؓ کی حدیث پر عمل ہے اہل علم کے نزدیک ف دلالت واضح ہے مسئلہ سیزدہم جماعت میں ملنے سے جس
شخص کی سنت فجر کی رہجائے وہ بعد آفتاب نکلنے کے پڑھے حدیث عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم من لم یصل رکعتی الفجر فلیصلہما بعد ما تطلع الشمس ترمذی ج ۱ صفحہ ۵۹ ترجمہ ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا جس شخص نے فجر کی دو رکعت سنت نہ پڑھی ہو وہ ان دونوں کو بعد آفتاب نکلنے کے پڑھے روایت کیا اسکو ترمذی نے
ف دلالت ظاہر ہے مسئلہ چہاردہم وتر تین رکعت ہیں اور دو رکعت پر سلام نہ پھیرے لیکن دو رکعت پر التحیات
کیلئے قعدہ کرے اور قنوت رکوع سے پہلے پڑھے اور قنوت سے پہلے دونوں ہاتھ اٹھا کر اللہ اکبر کہے حدیث عن ابی
ابن کعب قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقرأ فی الوتر بسبح اسم ربک الاعلی وفی الرکعۃ الثانیۃ بقل یا ایہا الکافرون
وفی الثالثۃ بقل ہو اللہ احد ولا یسلم الا فی آخرہن الحدیث حدیث دیگر عن ابی بن کعب ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم کان یوتر بثلث رکعات وفیہ ویقنت قبل الرکوع حدیث دیگر عن سعید بن ہشام ان عائشۃ حدثتہ ان
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان لا یسلم فی رکعتی الوتر نسائی ج ۱ صفحہ ۲۴۸ ترجمہ خلاصہ تینوں حدیثوں کا یہ ہے کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وتر کی تین رکعت پڑھتے تھے اور دو رکعت پر سلام نہ پھیرتے تھے بالکل اخیر میں پھیرتے تھے اور
قنوت قبل رکوع کے پڑھتے تھے روایت کیا تینوں حدیثوں کو نسائی نے حدیث عن عائشۃ فی حدیث طویل کان
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول فی کل رکعتین التحیۃ مسلم مجتبائی ج ۱ صفحہ ۱۹۴ ترجمہ حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم ہر دو رکعت پر التحیات پڑھا کرتے تھے روایت کیا اسکو مسلم نے ف یہ حدیث مسئلہ یازدہم میں آچکی ہے
حدیث اخرج البیہقی وغیرہ عن ابن عمر وابن مسعود رفع الیدین مع التکبیر فی القنوت عمدۃ الرعایۃ مولانا عبدالحی صفحہ ۱۹۹
مطبوعہ اصح المطابع ترجمہ بیہقی وغیرہ نے ابن عمرؓ وابن مسعودؓ سے قنوت میں اللہ اکبر کے ساتھ رفع یدین کرنا روایت کیا ہے
ف مجموعہ احادیث سے یہ مطلب ظاہر ہے اور مسلم کی حدیث میں لفظ کل رکعتین اپنے عموم سے وتر کی اولیین کو شامل ہونے میں
نص صریح ہے مسئلہ پانزدہم صبح کی نماز میں قنوت نہ پڑھے حدیث عن ابی مالک الاشجعی قال قلت لابی یا ابت
انک قد صلیت خلف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وابی بکر وعمر وعثمان وعلی ہہنا بالکوفۃ نحواً من خمس سنین اکانوا یقنتون
قال ای بنی محدث رواہ الترمذی والنسائی وابن ماجۃ مشکوۃ شریف ج ۱ صفحہ ۱۰۶ ترجمہ ابو مالک اشجعی سے روایت ہے کہ میں نے اپنے باپ سے
کہا کہ آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اور حضرت ابوبکرؓ کے اور حضرت عمرؓ کے اور حضرت عثمانؓ کے اور پانچ سال تک یہاں کوفہ میں
حضرت علیؓ کے پیچھے نماز پڑھی ہے کیا یہ حضرات قنوت پڑھا کرتے تھے یعنی نماز فجر میں کیونکہ یہ حدیث اسی میں وارد ہے
انہوں نے کہا کہ اے بیٹا یہ بدعت ہے روایت کیا اسکو ترمذی اور نسائی اور ابن ماجہ نے ف دلالت مدعا پر ظاہر ہے یہ تھی

بندہ نے بطور نمونہ کے لکھدئے ہیں اسی طرح بفضلہ تعالیٰ حنفیہ کے دوسرے مسائل بھی حدیث کی خلاف نہیں ہیں چنانچہ مطولات کے مطالعہ سے معلوم ہو سکتا ہے وہذا آخر ما اردت ایرادہ الآن وکان تسویدہ فی العشرۃ الوسطیٰ وتبییضہ فی العشرۃ الاخیرۃ فی رمضان سنہ ۱۳۳۱ھ من الہجرۃ النبویۃ علی جہا ما لا یحصی من الصلوٰۃ والتحیۃ فی کورۃ تھانہ بھون صانہا اللہ تعالیٰ عن شرور والحن فقط۔

مناسبت تحول و بشارت قبول

اشعار در متابعت تحول واشعار از بشارت قبول۔ ہر چند کہ استدلالات میں اتناعیات کا لانا ظاہر اً بے محل ہے اس لئے مجھکو ان اشعار کے لانے میں تردد تھا لیکن اختتام تسوید پر مقام میں قلب پر وارد ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ خندق میں صحابہؓ کی تنشیط و رفع تعب کے لئے ایک کلام موزوں ارشاد فرمایا تھا جس پر صحابہؓ نے بھی جوش میں آکر شعر پڑھا اور حضور پر نور نے سنا اس سے معلوم ہوا کہ امر محمود کی ترغیب کے لئے اشعار ذکر کرنا موافقت سنت کی ہے اھ اس مقام سے وہ تردد بھی رفع ہوا اور ایک دوسرا احتمال بھی کہ مضامین رسالہ کے صواب وخطا ہونیکے متعلق کھٹکتا تھا دفع ہوا کیونکہ سنت سے غیر صواب کی تائید نہیں کی جاتی اور یہ توجہ کہ استدلال اس پر موقوف نہیں اتناعیت بھی مضر نہیں چونکہ بعد یا بروئے حدیث مبشرات سے ہے اس لئے امید ہے کہ یہ تحریر مقبول ہوئی اور یہ محض حق تعالیٰ کا فضل وکرم ہے ورنہ اس ناکارہ کا کوئی عمل اس کی لیاقت نہیں رکھتا اب اول حدیث غزوہ خندق کی پھر رویا کے مبشرات ہونے کی لکھتا ہوں پھر اشعار معہود ہ مثنوی معنوی سے نقل کر کے آخر میں لکھتا ہوں۔

حدیث خندق۔ عن انسؓ قال خرج النبی صلی اللہ علیہ وسلم الی الخندق فاذا المہاجرون والانصار یحفرون فی غداۃ باردۃ ولم یکن لہم عبید یعملون ذلک لہم فلما رای ما بہم من النصب والجوع قال اللہم ان العیش عیش الآخرۃ فاغفر الانصار والمہاجرۃ فقالوا مجیبین لہ نحن الذین بایعوا محمدا علی الجہاد ما بقینا ابدا اخرجہ الشیخان والترمذی تیسیر کلکتہ صفحہ ۲۳۱ کتاب الغزوات غزوۃ الخندق۔

حدیث رویا۔ عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لم یبق بعدی من النبوۃ الا المبشرات قال الرؤیا الصالحۃ اخرجہ البخاری متصلا ومالک عن عطاء مرسلا وزاد یراہا الرجل او ترای لہ۔ تیسیر کلکتہ صفحہ ۵۰۹ کتاب التعبیر فصل اول +

اشعار مثنوی

با ہوا و آرزو کم باش دوست ‏ چون یضلک عن سبیل اللہ اوست
این ہوا را نشکند اندر جہان ‏ ہیچ چیزے ہمچو سایہ ہمرہان
آن رہے کہ بارہا تو رفتہ ‏ بے قلاؤز اندران آشفتہ
پس رہے را کہ نرفتستی تو ہیچ ‏ ہین مرو تنہا ز رہبر سر مپیچ
اندر آ در سایۂ آن عاقلے ‏ کش نتاند برد از رہ ناقلے
پس تقرب جو بدو سوے الٰہ ‏ سر مپیچ از طاعت او ہیچ گاہ
زانکہ او ہر خار را گلشن کند ‏ دیدۂ ہر کور را روشن کند
دستگیر و بندہ خاص الٰہ ‏ طالبان را می برد تا پیشگاہ
یار باید راہ را تنہا مرو ‏ از سرِ خود اندریں صحرا مرو
ہر کہ تنہا نادر ایں رہ را برید ‏ ہم بعونِ ہمتِ مرداں رسید

کتبہ اشرف علی التھانوی الفاروقی الحنفی الچشتی الامدادی غفر لہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دلالۃ بر عقل و اہتدا امام اعظم تلویحات کتاب و سنۃ و تصریحات اکابر امۃ

برائے تقویت مقدمہ مذکورہ جواب شبہ دوم مقصد ششم بقولہ نہ وہ علم و ہدایت سے معرا تھے الخ آیۃ وآخرین منہم لما یلحقوا بہم۔ سورہ جمعہ تفسیر آیۃ بحدیث وقت نزول آیت کے حضرت ابوہریرہؓ کے تین بار پوچھنے پر حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سلمان فارسیؓ پر ہاتھ رکھکر ارشاد فرمایا کہ اگر ایمان ثریا پر ہوتا تو کئی شخص یا یہ فرمایا کہ ایک شخص ان (اہل فارس) میں سے اسکو لیلیتا۔ بخاری کتاب التفسیر شرح حدیث بقول محدثین۔ حافظ سیوطی نے فرمایا کہ یہ حدیث امام صاحب کی طرف اشارہ ہونے میں اصل صحیح قابل اعتماد ہے علامہ شامی صاحب سیرۃ تلمیذ سیوطی نے کہا ہے کہ ہمارے استاد یقین کرتے تھے کہ اس حدیث سے

امام صاحب کا مراد ہونا امر ظاہر ہے بلا شبہ ہے کیونکہ اہل فارس میں علم کے اس درجہ کو کوئی نہیں پہنچا حدیث علامہ ابن حجر مکی نے روایت کیا ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ عالم کی رونق سنہ ڈیڑھ سو میں اٹھ جاویگی۔ شرح شمس الدین کردری نے کہا کہ یہ حدیث امام صاحب پر محمول ہے کیونکہ آپکا اسی سنہ میں انتقال ہوا ہے حدیث سوم مع الشرح۔ محمد بن حفص نے حسن سے انھوں نے سلیمان سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے اس حدیث کی تفسیر میں کہ قیامت قائم نہ ہوگی یہانتک کہ علم خوب شائع ہوجاوے فرمایا ہے یعنی ابو حنیفہ کا علم برکات صحابہ رض امام صاحب کے والد ماجد ثابت اپنے صغر سن میں حضرت علی رض کی خدمت میں حاضر ہوئے آپنے اُن کے اور اُن کی اولاد کے حق میں دعاسے برکت فرمائی ابن حجر رح نے فرمایا کہ حسب قول امام ذہبی رح یہ امر صحت کو پہنچگیا کہ امام صاحب نے حضرت انس رض کو صغر سن میں دیکھا ہے اور آپ کو اتنا ہوش تھا کہ آپنے خود فرمایا کہ میں نے حضرت انس رض کو کئی بار دیکھا اور وہ سرخ خضاب فرمایا کرتے تھے۔ خطیب نے تاریخ بغداد میں بھی امام صاحب کا حضرت انس رض کو دیکھنا نقل کیا ہے۔ شیخ ولی الدین نے فرمایا کہ امام صاحب کا روایت کرنا صحابہ سے درجہ صحت کو نہیں پہونچا اگر حضرت انس رض کی رویت سے مشرف ہوئے ہیں پس اگر رویت صحابی پر اکتفا کیا جاوے تو امام صاحب تابعی ہیں پس فضیلت آیۃ والذین اتبعوہم باحسان بھی آپکو شامل ہوگی اور اگر روایت شرط ہو تو نہیں تاہم خیر القرون الخ کی برکت سے ضرور مشرف ہونگے اور بعض علماء نے روایۃ بھی ثابت کی ہے جیسا تبییض الصحیفہ میں ابو مشعر عبد الکریم بن عبد الصمد طبری شافعی سے منقول ہے برکات اہل بیت نبوۃ مفتاح السعادۃ میں ہے کہ آپکے والد ثابت کی وفات کے بعد آپکی والدہ صاحبہ سے حضرت امام جعفر صادق رض نے عقد فرمایا اور آپنے حضرت جعفر رض کی گود میں پرورش فرمائی۔ بشارت تابعی بہ نسبت روحانی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خطیب نے تاریخ میں امام جعفر صادق کا خواب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر شریف کھول کر آپ کے استخوان مبارک اپنے سینہ سے لگایا اور حضرت محمد بن سیرین کا آپکے نشر علم و دین میں سب سے زیادہ ہونیکی تعبیر دینا بیان کیا ہے **اسماء بعض شیوخ امام صاحب** حماد بن سلیمان۔ سلمہ بن کہیل۔ سماک بن حرب۔ عبد اللہ بن دینار۔ عطا بن ابی رباح۔ عطا بن السائب۔ عکرمہ مولی ابن عباس۔ نافع مولی ابن عمر۔ علقمہ بن مرثد۔ محمد بن السائب۔ محمد بن مسلم بن شہاب الزہری۔ ہشام بن عروہ۔ قتادہ۔ عمرو بن دینار۔ عبد الرحمن بن ہرمز وغیرہم حماد کوفہ

الحافظ المزی فی تہذیب الکمال مفتاح السعادۃ میں چار ہزار بتلائے ہیں بعض رواۃ و تلامذہ۔ عبداللہ بن مبارک
عبداللہ بن یزید مقری۔ عبدالرزاق بن ہمام۔ عبدالعزیز بن ابی رواد۔ عبداللہ بن یزید القرشی ابو یوسف۔ محمد زفر حسن
داؤد طائی۔ وکیع حفص بن غیاث۔ حماد بن ابی حنیفہ وغیرہم مما ذکرہم المزی و الکنوی۔ اور سیوطی اور علی قاری
آپکے مشائخ و تلامذہ کو بسط سے لکھا ہے اور چونکہ حسب حدیث المرء علی دین خلیلہ۔ اصحاب تبع تابعین و تابعین کے
احوال بھی ایک قسم کی علامت ہیں لہذا شیوخ و تلامذہ کا ایراد مناسب سمجھا گیا اسمار بعض اکابر مادحین امام

صاحب از متقدمین و متاخرین کہ مدح شاں بحدیث انتم شہداء اللہ فی الارض دلیل
شرعی است - امام مالک امام شافعی۔ امام احمد بن حنبل یحیٰی بن معین۔ علی بن المدینی شعبہ عبداللہ
بن مبارک - ابوداؤد بن جریج۔ یزید بن ہارون۔ سفیان۔ شداد بن حکیم۔ مکی بن ابراہیم۔ یحیٰی بن سعید قطان۔
اسد بن عمرو۔ عبدالعزیز بن رواد سیوطی ابن حجر مکی۔ ذہبی ابن خلکان یافعی۔ ابن حجر عسقلانی۔ نووی۔ غزالی
ابن البر مالکی۔ یوسف بن عبدالہادی حنبلی خطیب عبداللہ بن داؤد جوینی۔ صاحب قاموس شمس الائمہ کردری میری
عبدالوہاب شعرانی۔ طحاوی۔ سبط ابن الجوزی وغیرہم +

بعض کلمات مدحیہ منقولہ از علماء مذکورین

البحر۔ فقیہ۔ امام۔ اورع۔ عالم۔ متعبد۔ کبیر الشان بعرض عن الدنیا۔ محتاج الیہ فی الفقہ۔ ثقہ۔ قائم بالحجۃ
اعلم بالفقہ۔ حافظ سنن و آثار حسن الرائے۔ مجاہد فی العبادہ۔ کثیر البکاء فی اللیل۔ اعقل۔ زکی۔ یحیٰی بموقع
نقی کثیر الخشوع کثیر الصمت۔ دائم التضرع۔ صاحب الکرامات۔ عابد۔ زاہد۔ عارف باللہ مرید وجہ اللہ بالعلم
کمیت و کیفیت۔ تفقہ۔ سیوطی نے بواسطہ خطیب کے ابی حمزہ یشکری کا سماع خود امام صاحب سے نقل کیا ہے کہ
حدیث سنکر دوسری طرف نہیں جاتا ہوں اور صحابہؓ کے اقوال میں ایک کو دوسرے پر اختیار کرتا ہوں اور
تابعین سے مزاحمت و مقابلہ کرتا ہوں اور آپنے بقول خطیب خوارزمی اسی ہزار مسائل سے زیادہ وضع فرمائے
وفات بعد برداشت فرمانے ظلم و ایذاء شدید کے جب آثار موت کے ظاہر ہوئے سجدہ میں گر گئے اور اسی میں وفات
فرمائی ہذا کلہ من مقدمۃ الہدایۃ والسعایۃ والنافع الکبیر و التعلیق الممجد لمولانا عبدالحی المرحوم اللکھنوی +
ملخص مرام جب ایسے دلائل قویہ سے امام صاحب کے ایسے فضائل سنیہ ثابت ہوں پس آپکے علم و اجتہاد میں
کیا کلام ہے اور یہی مدار ہے مقتدا فی الدین لائق تقلید ہونے کا جو کہ مقصود مقام ہے + فقط

تمت